بسمه الله الرحمن الرحیمo

19,11,2006

# حجته الاسلام و المسلمین مولانا سید محسن نواب مجتهد اعلیٰ الله مقامه

## انا مدینة العلم و علی بابها

(میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ)

(ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مرتبہ : سید انیس عباس رضوی

| | | |
|---|---|---|
| مقالہ | : | انامدینۃ العلم و علی بابہا |
| تالیف | : | حجۃ الاسلام والمسلمین **مولانا سید محسن نواب** مجتہد اعلیٰ اللہ مقامہ |
| تعاون | : | جناب تسنیم زیدی (نیوجرسی) امریکا |
| | | جناب اعجاز حیدر نقوی (کراچی) |
| کمپوزنگ | : | بہ شکریہ کنیز فاطمہ صاحبہ |
| طبع اول | : | ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ فروری ۲۰۰۲ء |
| تعداد | : | ۵۰۰ |
| قیمت | : | ۳۰ روپے |

☆☆☆☆☆

| | | |
|---|---|---|
| ملنے کا پتہ | : | عابد ٹاؤن، بلاک ۲، |
| | | گلشن اقبال، کراچی۔ |

یونہیں، فراز روح پر ابھرا اک آفتاب
دیں کا نشاں، خرد کا علم، آگہی کا باب
حق ساز و حق نواز و حق آواز و حق مآب
مقصودِ عرش، مورثِ افلاک، بوترابؑ
عرفانِ زندگی کا علم کھولتا ہوا
بند قبائے لوح و قلم کھولتا ہوا

چمکے گا تیری فکر سے ہر گوشہ جمال
لائے گا تو خیال کے موسم میں اعتدال
انساں کے ذہن میں ہیں جو اشکال ذوالجلال
اک تو ہی لاسکے گا ان اشکال پر زوال
یہ تو، کہے گا جلوہ بجز واہمہ نہیں
جو دیکھنے میں آئے، وہ بُت ہے خدا نہیں

(حضرت جوشؔ ملیح آبادی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین

(از جناب سید تسنیم زیدی، نیو جرسی، امریکہ)

حمد ہے اس مالک حقیقی کی جس نے ہمیں محمد و آل محمد علیہم السلام کے چاہنے والوں میں قرار دیا اور اللہ کا درود وسلام ان ذوات مقدسہ پر جو کائنات کا مقصود حقیقی ہیں۔

جس طرح فضائل و مناقب حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام زمانے پر مخفی نہیں اسی طرح ان کی عظمت و منزلت سے دشمنی وحسد جو ہر عہد میں منافق سرشت طبقے کی جانب سے کیے جاتے رہے ہیں پوشیدہ نہیں ہے۔ اس عداوت قلبی کا اظہار مختلف طریقوں پر ہوتا رہا ہے۔ کبھی ان آیات قرآنی کی من گھڑت تاویل کی صورت میں جن کا مصداق حضرت علی بن ابی طالب کی ذات اقدس ہے کبھی ان روایات صحیحہ کی تکذیب کر کے جو حضرت حیدر کرار کی فضیلتوں کے بیان پر مشتمل ہیں۔ کبھی ان راویوں کی شخصیتوں کو مجروح کرنے کی کوششیں کر کے جو پیغمبر اکرمؐ سے ایسی احادیث نقل کرتے ہوں جو کسی بھی طرح فاتح خیبر کے فضائل کی حامل ہوں۔

حدیث مدینۃ العلم "انا مدینۃ العلم و علی بابھا فمن اراد المدینۃ فلیات الباب" میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ پس جو شہر میں (داخل ہونے کا) ارادہ کرے وہ دروازے پر آئے "بھی ایسی ہی مظلوم احادیث میں سے ہے جو اپنے اسناد کی قوت، اپنے متن کی صحت، اپنے رواۃ کی کثرت اور اپنے نقل میں تواتر کی عظمت رکھنے کے باوجود بے یقین افراد اور ناپختہ ایمان والے طبقات کی طرف سے مورد اعتراض رہی ہے۔"

علمائے حق نے ہر عہد میں اس حدیث شریف کے درجۂ استناد کو ظاہر کرنے کی غرض سے تحقیق و تدوین کے دریا بہائے ہیں۔ ان علماء میں ہر طبقے اور ہر عہد کے علماء شامل ہیں۔ آیت اللہ فی العالمین میر حامد حسین موسوی لکھنوی قدس سرہ کا نام ایسے جلیل القدر علماء میں سرفہرست ہے۔ ان کی عظیم الشان تحقیق "عبقات الانوار فی امامت الائمۃ اطہار" عالمی شہرت کی حامل ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر فارسی زبان میں اور بسیط جلدوں پر ہے۔

(میر حامد حسین اعلی اللہ مقامہٗ ۵ محرم ۱۲۴۶ھ میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مفتی محمد قلی غفراں مآب سید دلدار علی نور اللہ مرقدہٗ کے ارشد تلامذہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ میر حامد حسین نے لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی میر عباس، سلطان العلماء سید محمد بن غفراں مآب اور سید حسین مکان سید حسین بن غفران مآب شامل ہیں۔ تالیفات میں عبقات الانوار کے علاوہ استقصاء الافحام، زین الوسائل شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۱۸ صفر ۱۳۰۶ھ کو لکھنؤ میں ہوئی۔۔ مطلع الانوار۔ مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی ص ۱۵۹۔۱۶۳)۔

آیت اللہ سید محسن نواب مجتہد لکھنؤ ہندوستان کے مشہور صاحب جلالت عالم تھے۔ انہوں نے اپنے قیام نجف کے دوران کتاب عبقات الانوار کی تلخیص فرما کر عربی زبان میں تحریر فرمایا۔ یہ حدود ۱۹۳۵ء کی بات ہے جب آپنے اس عربی خلاصہ کو مکمل فرمایا اور اس کا نام ''الثمرات'' رکھا۔ عراقی حکومت کے قوانین کے باعث کتاب کی اشاعت اس وقت ممکن نہ ہوسکی۔

(آیت اللہ سید محسن نواب مجتہد ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مدرسۂ ناظمیہ اور سلطان المدارس لکھنؤ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے۔ آپ کی عربی زبان میں مہارت کے بڑے شہرے ہوئے۔ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ لکھنؤ میں وفات پائی۔ تصنیفات میں خلاصۂ عبقات کے علاوہ ''غدیر سے کربلا تک'' اور ''الفرق بین المعجزہ و سحر'' شامل ہیں۔ مطلع الانوار۔ مرتضیٰ حسین فاضل ص ۴۴۸۔۴۵۰)

۱۹۵۷ء میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی نے حدیث مدینۃ العلم پر کچھ اعتراضات کئے جن میں سے بیشتر تو وہی تھے جنہیں عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اثناء عشریہ میں ذکر کیا ہے اور در حقیقت وہ کتاب نصر اللہ کابلی کی تصنیف ہے۔

آیت اللہ سید محسن نواب نے اپنی کتاب الثمرات کے باب حدیث مدینۃ العلم کا اردو ترجمہ قیمتی اضافوں کے بعد اور مولانا مودودی کے اعتراضات کے مکمل جواب کی صورت میں شائع فرمایا تھا۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اسی جواب کی دوبارہ اشاعت ہے۔

حدیث مذکورہ کی سند کی تحقیق سے متعلق تو آپ اس کتاب میں تفصیلات ملاحظہ فرمائیں گے مگر اس منزل پر ہم یہ ضرور بتا دینا چاہتے ہیں کہ مولانا مودودی نے اپنے اعتراض میں دو باتیں بنیادی طور پر اختیار کی ہیں۔

پہلی بات تو یہ کہ اس حدیث کے مفہوم سے صرف حضرت علی بن ابی طالبؑ ہی علم رسولؐ کا ذریعہ اور وسیلہ قرار پاتے ہیں اور کیونکہ دوسرے اصحاب بھی حضورؐ سے روایت کرتے ہیں لہٰذا مولانا مودودی کے خیال میں اس طرح عملاً حضور اکرمؐ سے حصول علم کے دوسرے ابواب قائم ہوتے ہیں جو مولانا کی نظر میں حدیث کے مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ان کے خیال میں اتنے دوسرے ذرائع حصول حدیث ہوتے ہوئے حضرت علیؑ تنہا باب شہر علم نہیں کہلا سکتے۔

اس سے پہلے کہ ہم آئندہ صفحات میں اس اعتراض پر تفصیلی نگاہ ڈالیں یہ ضرور بتا دیں کہ مولانا مودودی نے اس منزل پر بہت بڑی علمی ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ اپنے خیال میں نقل حدیث کو ثبوت علم قرار دینے لگے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کی سماعت کرنے والا راوی اپنی صداقت کے باوصف حدیث کے معارف و اسرار سے نابلد ہوتا ہے۔ حدیث کا نقل کرنا اور بات ہے اور حدیث کو سمجھنا اور اس کے وہ معنی سمجھانا جو مراد رسولؐ ہوں اور بات ہے۔ علم تو درحقیقت ان انکشافات اور آگاہی کا نام ہے جو رضائے الٰہی کے مطابق ہوں۔ اگر تمام اصحابؓ رسول اکرمؐ علم نبوی کے ابواب ہوتے تو ان کے نظریات میں اختلاف نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ حدیث کے آخری جز کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ حضور اکرمؐ نے یہ تو فرمایا کہ جو مجھ تک آنا چاہے وہ دروازے پر آئے یہ تو نہیں فرمایا کہ جو مجھ سے پُچھ لے جائے وہ میرا دروازہ کہلائے۔ دروازہ یا باب تو بیت یا گھر کا حصہ ہوتا ہے۔ دروازے پر آکر ہر مانگنے والا گھر کا حصہ نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ مولانا مودودی اتنا سا فرق بھی نہ سمجھ سکے اور ہر اس صحابی کو جس نے پیغمبر اکرمؐ سے ایک حدیث بھی نقل کی ہو "علم کا باب" قرار دینے لگے۔

دوسری بات جو مودودی صاحب نے بطور دلیل قائم کرنا چاہی ہے وہ ان کے خیال میں وہ احادیث ہیں جو دیگر اصحاب رسولؐ کی ان فضیلتوں کے بیان میں ہیں جن سے ان اصحاب کی باب العلم حضرت علیؑ پر برتری ثابت ہو جائے اگرچہ ان روایات پر جو مودودی صاحب نے نقل کی ہیں ہمارے لئے فی الوقت علیحدہ علیحدہ تبصرہ ممکن نہیں ہے مگر اتنی بات تو طے ہے کہ ان روایات میں خود مولانا کی اپنی شرائط پر بھی جرح کے مرحلہ سے گزرنے کی تاب نہیں ہے۔

انشاءاللہ مستقبل میں ہم اس قسم کی جملہ روایات کو یکجا کر کے ان کی حقیقت اور اعتبار پر

تفصلی تبصرہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ فی الحال ہم یہ چاہتے ہیں کہ حدیث مدینۃ العلم میں لفظ علم کا معنی کا تعین ہو جائے اور مصداق بھی معلوم ہو جائے۔ اس مقصد کیلئے ہم قرآن مجید کی وہ آیت نقل کرتے ہیں جن میں علم کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے ایک آیۂ مباہلہ کے نام سے مشہور ہے۔

فمن حاجک فیه من بعد ماجاء ک من العلم....... الکاذبین (آل عمران ٦١)

''اے پیغمبر علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں۔۔۔۔۔۔اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔''

علامہ فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں واضح طور پر اس آیت کو اہلبیت طاہرین (علی، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ) کی شان میں قرار دیا ہے۔ قاضی القضاۃ انطاکیہ شیخ محمد امین نے اپنی کتاب لماذا اخترۃ مذھب الشیعه میں فرمایا ہے کہ جملہ مفسرین اس بات پر جمع ہیں کہ یہ آیت خمسۂ اطہار محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے حق میں نازل ہوئی، لہذا یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ علم وہ شۓ ہے جس کی تصدیق کیلئے اہلبیتؑ کو بلایا جاتا ہے اصحاب کو نہیں خواہ وہ حدیث کے کتنے ہی بڑے راوی کیوں نہ ہوں۔

سورہ الحاقہ میں ارشاد پروردگار ہے

وتعیها اذن و اعیة ○

حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیا میں، جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں نے حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے۔

قال سمعت رسول الله ........................ فانت اذن و اعیة

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرمؐ کو حضرت علی علیہ السلام سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ یا علیؑ اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم تک خزانہ علم منتقل کروں اسی پر یہ آیت نازل ہوئی اسے یاد رکھنے والا کان یاد رکھے اور رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علی وہ میرے علم کا یاد رکھنے والا کان تم ہو۔

کنز العمال (صفحہ ١٨) میں ملا متقی ہندی نے حضور اکرمؐ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس کے راوی حضرت سلمان فارسیؓ ہیں کہ

"میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم رکھنے والے علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں"۔

حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء، خوارزمی نے مناقب میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے یہ حدیث شریف نقل کی ہے جس کا مفہوم بہت واضح ہے:

"اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علیؑ مؤمنوں کے امیر، مسلمانوں کے سردار، میرے علم کا ظرف اور میرا ایسا دروازہ ہے جس کے ذریعہ مجھ تک پہنچا جاتا ہے۔"

اس منزل پر یہ دیکھئے عیبتہ علمی کسے کہتے ہیں۔ علامہ منادی نے فیض القدیر میں جو جملے سپرد قلم کئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

"عیبتہ" اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں انسان نفیس اور عمدہ چیزوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرمؐ کی مراد یہ ہے کہ علی میرے علم کو محفوظ رکھنے والے ہیں میرے راز کا محل ہیں اور میرے علوم کا معدن ہیں۔

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ محدثین و مورخین نے دیگر اصحاب رسولؐ کے ہوتے ہوئے حضرت علیؑ کا کیا علمی مقام تسلیم کیا ہے۔

الاستاذ علامہ سید احمد ہاشمی اپنی کتاب جواہر الادب حصہ دوم کے صفحہ ۴۴۸ پر لکھتے ہیں۔

"حضورؐ کے بعد علیؑ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور بہ اعتبار علم و زھد اور حق پر قائم رہنے میں تمام لوگوں سے افضل و برتر ہیں وہ تمام عربوں میں علی الاطلاق حضورؐ کے بعد امام الخطبا ہیں اور آپ کے خطبے بہ کثرت ہیں۔"

الاستاذ احمد حسن الزیات نے تاریخ الادب العربی کے حاشیئے میں یہ تحریر کیا ہے۔

رسول اکرمؐ کے بعد سلف و خلف میں ہم نہیں جانتے کہ کوئی علیؑ سے بڑھ کر گفتگو اور کلام میں فصیح ہو۔ آپ ایسے صاحب حکمت تھے کہ آپ کے بیان سے دانائیوں کے چشمے پھوٹتے تھے۔

صاحب کتاب "فتح الملک العلی" امام احمد بن محمد الغماری نے حافظ ابونعیم ہی کی کتاب حلیۃ الاولیاء سے یہ حدیث نقل کی ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں:

"قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور کوئی حرف ایسا نہیں ہے جس کا ظاہر و باطن نہ ہو اور علیؑ بن ابیطالبؑ کے پاس ظاہر و باطن دونوں کا علم ہے۔"

اسی کتاب میں ام المومنین حضرت عائشہ کا وہ قول بھی نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں

نے حضرت علیؑ کو "اعلم الناس بالسنته" یعنی ساری انسانیت میں سب سے زیادہ سنت رسولؐ کو جاننے والے علیؑ ہیں۔ (فتح الملک العلی صفحہ ۴۴)

علامۂ کبیر سید علی نقی حیدری نزیل بغداد نے اپنی کتاب "مذہب اہلبیتؑ" اور علامۂ محقق سید عباس الحسینی الکاشانی نے اپنی کتاب "الشیعه والعترة الطاهره" میں جو روایات مشہور و معروف اہلسنت محدثین سے نقل فرمائی ہیں ان خلاصہ یہ ہے:

۱۔ حضرت ابوبکر کا قول علی علیہ السلام امر خلافت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔

۲۔ حضرت عمرؓ کا حضرت امیر المومنینؑ کے ان فضائل کا اقرار جن کے باعث فاتح خیبر و خندق کو جملہ صحابہ پر سبقت حاصل ہے۔

۳۔ حبر امت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا اعتراف کہ میرا علم علیؑ کے علم کے آگے ایسا ہے جیسے قطرہ بحر محیط کے سامنے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان کہ علیؑ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ احکام الٰہی کے جاننے والے ہیں۔

۵۔ امیر شام معاویہ ابن ابوسفیان کا قول کہ علیؑ کی موت سے علم و فقہ جاتے رہے۔

۶۔ عمر بن عبدالعزیز اموی کا ہاشمیوں اور امویوں کے مابین فضیلت حضرت حیدر کرار علیہ السلام پر ہونے والے مناظرے میں اس بات کی تصدیق کرنا کہ علی کو حضور سرور کائناتؐ کے بعد تمام امت پر فضیلت اور سبقت حاصل ہے۔

حضرات اہلسنت کے ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالک بن انس، احمد بن حنبل، ادریس شافعی کا حضرت علیؑ اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے فضائل اور امت پر برتری کا اعتراف۔

اتنی شہادتوں اور اعترافات کے بعد کون صاحب انصاف ایسا ہوگا جو مولانا مودودی یا اس قبیل کے دوسرے عالم کے ان نظریات کو قبول کرسکتا ہو جن کا اظہار حدیث مدینۃ العلم پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا گیا ہے۔ حق بہر حال حق ہے اور تعصب اور تنگ نظری کی زنجیر کبھی حقائق اور فضائل کو پابند نہیں کرسکتی۔

داعی اتحاد المسلمین
فقیر باب اہلبیتؑ
تسنیم زیدی عفی عنہ

۹ ذیقعد، ۱۴۲۲ھ
نیو جرسی، امریکہ

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

## (آیت اللہ سید محسن نواب مجتہد لکھنوی اعلی اللہ مقامہٗ)

کسی بھی حدیث کے استناد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے روایت کے اعتبار سے دیکھا جائے کہ وہ کہاں تک قابل اعتبار ذرائع سے مروی ہوئی ہے پھر اسکے معنی پر غور کیا جائے اور یہ سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ بشرط صحت اسکا صحیح مدعا کیا ہوسکتا ہے اور یہ کہ وہ آنحضرت کے دوسرے ارشادات سے بھی مطابقت رکھتی ہو اور یہ کہ ہر قباحت سے بھی خالی ہو۔ اس قاعدہ کو نگاہ میں رکھ کر ہمیں دیکھنا ہے کہ حدیث "انا مدینه العلم و علی بابها" کا بلحاظ روایت کیا مقام ہے۔

پہلے ہم حدیث کے راویوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اصحاب رسولؐ جو حدیث مدینۃ العلم کے راوی ہیں:۔

۱۔ جناب امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام
۲۔ جناب امام حسن علیہ السلام
۳۔ جناب امام حسین علیہ السلام
۴۔ عبداللہ ابن عباس
۵۔ جابر ابن عبداللہ انصاری
۶۔ عبداللہ بن مسعود
۷۔ حذیفہ بن الیمان
۸۔ عبداللہ بن عمر
۹۔ عمرو بن العاص
۱۰۔ انس بن مالک

یہ دس اصحاب رسولؐ ہیں جن سے بہ اسانید مختلفہ یہ حدیث مروی ہے اور چونکہ اس حدیث کے متعلق صحابہ میں کوئی اختلاف نہ تھا اس لئے جمال الدین زرندی نے اپنی کتاب نظم دُرالسمطین میں اس حدیث کے لئے جو عنوان قائم کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:۔

"فضلیته اخریٰ اعترف بها الاصحاب ........طریق الوفاق و نتهجوا"

"یعنی (جناب امیرؑ) کی ایک دوسری فضلیت جس کا صحابہ نے اعتراف کیا ہے اور اس سے مسرور ہیں اور سب اس سلسلہ میں اتحاد و اتفاق کی راہ پر گامزن ہیں۔

فہرست تابعین جو حدیث مذکور کے راوی ہیں۔

صحابہ کے بعد تابعین کا نمبر آتا ہے۔ اہل سنت جن کا شمار تابعین میں کرتے ہیں ان میں سے

درج ذیل چودہ بزرگ اس حدیث کے راوی ہیں:۔

امام علی بن الحسین علیہ السلام، امام محمد الباقرؑ ،اصبغ بن نباتہ ، جریر ضبی ، حارث بن عبداللہ حنفی کوفی ،سعد ابن طریف حنظلی کوفی ،سعید ابن جبیر اسدی کوفی ،سلمہ بن کہیل حضرمی کوفی ،سلیمان ابن مہران اسدی کوفی معروف بہ اعمش ،عاصم بن ضمرہ سلولی کوفی ،عبداللہ بن عثمان بن خثیم قاری مکی ،عبدالرحمان بن عثمان تیمی مدنی ،عبداللہ عسیلہ مرادی ،ابوعبداللہ ضابحی ،مجاہد بن جبیر ابوالحجاج مخزومی مکی۔

مشاہیر محدثین اہلسنت جو حدیث مذکور کی روایت کرتے ہیں:۔

صحابہ اور تابعین کے ناموں کے بعد اب آپ ان اکابرین محدثین اہلسنت کی اجمالی فہرست بھی ملاحظہ فرمالیجے جو تیسری صدی ہجری سے اس وقت تک حدیث مدینۃ العلم کی روایت کرتے چلے آئے ہیں۔

## (۱) تیسری صدی کے محدثین

ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی ،ابوزکریا یحیٰی بن معین مری ،ابومحمد سوید بن سعید ہروی حدثانی انباری ،احمد بن محمد حنبل شیبانی ،عباد بن یعقوب رواجنی اسدی ،ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورۃ ترمذی صاحب صحیح ،ابوعلی حسین بن محمد بن عبدالرحمان بن فہم بغدادی ،ابوبکر بن عمر بن عبدالخالق بزاز۔



## (۲) چوتھی صدی کے محدثین

ابوجعفر محمد بن جریر طبری ،ابوبکر محمد بن سلیمان واسطی بغدادی ،ابوالعباس محمد بن یعقوب اموی اصم ،ابوالحسن محمد بن احمد بن تمیم خیاط قنطری بغدادی ،ابوالقاسم سلیمان ابن احمد بن ایوب طبرانی ،ابوبکر محمد ابن علی بن اسماعیل شاشی معروف بہ قفال ،ابومحمد عبداللہ بن عبداللہ بن جعفر بن حیان اصفہانی معروف بہ ابوالشیخ ، ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عثمان معروف بہ ابن السقا واسطی، ابواللیث نصر بن محمد نصر بن محمد سمرقندی حنفی ،ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بغدادی ،ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان معروف بہ ابن شاہین بغدادی ،ابوالحسن علی بن عمر بن محمد بن حسن بن شاذان بن ابراہیم

بن اسحاق سکری حربی، ابو عبداللہ عبیداللہ بن محمد بن حمدان بن بطہ العکبری معروف بہ ابن بطہ۔

## (۳) پانچویں صدی کے محدثین

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد ضبی نیشاپوری معروف بہ حاکم صاحب مستدرک، ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی، ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، ابو الحسن احمد بن مظفر بن احمد عطار فقیہ شافعی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب بصری شافعی ماوردی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی، ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی معروف بہ ابن بشران، ابو بکر احمد بن علی معروف بہ خطیب بغدادی، ابو عمر یوسف بن عبداللہ معروف بہ ابن عبدالبر نمری قرطبی، ابو محمد حسن بن احمد بن موسیٰ غندجانی، ابو الحسن علی بن محمد بن طیب جلابی معروف بہ ابن مغازلی، ابو المظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار سمعانی۔

## (۴) چھٹی صدی کے محدثین

ابو علی اسمعیل بن احمد بن حسین بیہقی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ فنا خسرو ہمدانی دیلمی، احمد بن محمد بن علی عاصمی، شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ فنا خسرو ہمدانی دیلمی، عبدالکریم بن محمد بن منصور بن محمد بن عبدالجبار بن احمد بن محمد بن جعفر تمیمی سمعانی مروزی، ابو المؤید موفق بن احمد بن اسحاق معروف بہ اخطب خوارزم، ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن حسین دمشقی معروف بہ ابن عساکر، ابو الحجاج یوسف بن محمد بلوی اندلسی معروف بہ ابن الشیخ۔

## (۵) ساتویں صدی کے محدثین

ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم جزری معروف بہ ابن اثیر، محی الدین محمد بن علی بن محمد بن عربی طائی اندلسی، محب الدین محمد بن محمود بغدادی معروف بہ ابن نجار، کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ قرشی نصیبی شافعی، شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزغلی معروف بہ سبط ابن جوزی، ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد کنجی شافعی، عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام بن ابی القاسم سلمی، ابو زکریا یحیٰی بن شرف بن مری نووی، محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری شافعی مکی، سعید الدین محمد بن احمد فرغانی، احمد بن منصور کازرونی۔

## (۶) آٹھویں صدی کے محدثین

حسین بن محمد معروف بہ امیر حسینی فوزی، سید محمد بن محمود کرانی، ابوالمجامع ابراہیم بن محمد بن موید بن عبداللہ بن علی بن محمد بن حمویہ جوینی، نظام الدین محمد بن احمد بن علی بخاری معروف بہ نظام اولیاء، جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمان مزی، محمد بن یوسف زرندی، صلاح الدین ابوسعید خلیل بن گیکلدی، علائی دمشقی شافعی، علی بن شہاب الدین ہمدانی، نورالدین جعفر بن سالار بدخشانی معروف بہ امیر ملا، شیخ بدرالدین محمد۔

## (۷) نویں صدی کے محدثین

کمال الدین محمد بن عیسی دمیری، محمد بن یعقوب لغوی فیروزآبادی، امام الدین محمد ہجروی واسطی، شمس الدین محمد بن محمد جزری، زین الدین ابوبکر بن محمد خوافی، شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی، شہاب الدین احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی، سید شہاب الدین صاحب توضیح الدلائل، نورالدین علی بن محمد معروف بہ ابن الصباغ مالکی مکی، عبدالرحمٰن بن محمد بسطامی، شمس الدین محمد بن یحییٰ لاہیجی۔

## (۸) دسویں صدی کے محدثین

شمس الدین محمد سخاوی، حسین الدین علی داعظ کاشفی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی، فضل اللہ بن روزبہان خنجی شیرازی، عزالدین عبدالعزیز بن عمر معروف بہ ابن فہد ہاشمی مکی، شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مصری شافعی، جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی، کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبدی، غیاث الدین بن ہمام الدین، عبدالوہاب بن محمد بخاری، شمس الدین محمد بن یوسف شامی صالحی، شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق کنانی، احمد بن محمد معروف ابن حجر مکی، علی بن حسام الدین معروف بہ متقی، ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی، محمد طاہر فتنی، عباس بن معین الدین جرجانی مشہور بہ میرزا مخدوم، کمال الدین بن فخرالدین جہرمی، شیخ بن عبداللہ عیدروس یمنی، جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی، ابوالعصمۃ محمد معصوم بابا سمرقندی۔

## (۹) گیارھویں صدی کے محدثین

علی بن سلطان محمد ہروی معروف قاری، محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین منادی، ملا یعقوب لاہوری، ابوالعباس احمد بن محمد مقری اندلسی، شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی، محمود بن محمد بن علی شیخانی قادری، عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی، سید محمد بن سید جلال الدین ماہ عالم بخاری، اللہ دیا بن عبدالرحیم بن بینا حکیم چشتی عثمانی، عبدالرحمن بن عبدالرسول چشتی، شیخ بن علی حضری، علی بن احمد عزیزی، نورالدین علی بن علی شیرالمسی قاہری، تاج الدین سنبھلی نقشبندی۔

## (۱۰) بارھویں صدی کے محدثین

ابرہیم میر حسن کردی کورزانی شیرازی، اسماعیل بن سلیمان کردی بصری، محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، سالم بن عبداللہ بصری، سید محمد بن عبدالرسول برزنجی کردی تنزیل طیبہ، مرزا محمد بن معتمد خان حارثی بدخشانی، محمد صدر عالم، شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی، محمد معین بن محمد امین سندی، شیخ محمد بن سالم مصری حنفی، محمد بن اسماعیل بن صلاح الدین الامیر یمانی صنعانی، محمد بن علی صبان مصری، شیخ سلیمان جمل، قمرالدین حسینی اورنگ آبادی۔

## (۱۱) تیرہویں صدی کے محدثین

شہاب الدین احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی، محمد مبین محب اللہ سہالوی لکھنوی، ثناءاللہ پانی پتی امرتسری، عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی صاحب تحفہ اثنا عشریہ، شیخ جواد ساباط بن ابراہیم ساباطی، عمر بن احمد خرپوتی، محمد بن علی شوکانی، محمد رشیدالدین خان دہلوی شاگرد صاحب تحفہ، جمال الدین بن محمد عبدالعلی معروف بہ مرزا حسن علی محدث شاگرد صاحب تحفہ، نورالدین بن اسماعیل سلیمانی، ولی اللہ بن حبیب اللہ سہالوی لکھنوی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ بغدادی آلوسی زادہ، سلیمان بن ادہم بلخی قندوزی، سلامت اللہ بدایونی، مولوی حسن الزمان محمد بن قاسم ترکمانی حیدرآبادی، علی بن سلیمان شاذلی، عبدالغنی آفندی غنیمی۔

## (۱۲) چودہویں صدی کے محدثین

احمد بن محمد بن صدیق حسنی مغربی نزیل قاہرہ، مولوی عبداللہ بسمل امرتسری۔ مولوی حافظ محمد حیدر علی علوی۔

یہ تیسری صدی ہجری سے چودھویں صدی تک کے ان مشاہیر محدثین اہلسنت کی فہرست تھی جو اپنی معتبر کتابوں میں حدیث مدینۃ العلم کی روایت کرتے چلے آرہے ہیں۔

ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے حسن قرار دیا ہے کچھ نے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے بعض نے اس کے متواتر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ ذیل میں اس لحاظ سے بھی ترتیب وار ان کے نام لکھے جاتے ہیں۔

وہ محدثین جنہوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی صراحت فرمائی ہے:۔

۱۔ یحیٰ ابن معین مری نے اسکے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے۔

۲۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اس حدیث اور حدیث انا دار الحکمۃ دونوں کو ایک قرار دے کے اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

۳۔ محمد بن طلحہ قریشی شافعی نے جامع ترمذی سے حدیث مذکور نقل کر کے صحت کا حکم کیا ہے۔

۴۔ یوسف بن قزغلی معروف بہ سبط ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث فضائل ثابتہ مشتہرہ میں سے ہے اور منجملہ اس سنت ظاہرہ کے ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف گنجی نے اس حدیث کی روایت اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں کی ہے اور اس کتاب کی ابتداء میں اس کی صراحت کی ہے کہ ان کی اس کتاب میں احادیث صحیحہ مندرج ہیں جو ائمہ حفاظ کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔

۶۔ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی کا ایک بیان ہے جو بقول سخاوی اس حدیث کی صحت کا شاہد ہے۔ ابن حجر مکی نے منح مکیہ میں کہا ہے کہ حافظ علائی کا قول اس حدیث کی صحت سے موافقت رکھتا ہے۔

۷۔ احمد بن محمد جزری نے اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب میں حاکم کا فیصلہ اس حدیث کے صحیح ہونے کے متعلق تائیداً نقل کیا ہے اور انھوں نے اسنی المطالب کی ابتدا میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کی احادیث متواتر صحیح یا حسن ہیں۔

۸۔ عبدالرحمٰن سخاوی نے مقاصد حسنہ میں علماء کے قول کو بعنوان شاہد صحت لکھ کر خود ان الفاظ میں اس کی تائید کی ہے "ھذا صحیح معتمد" یعنی علماء کا قول" قابل اعتماد کارنامہ ہے۔

۹۔ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں اس حدیث کی صحت کا قطعی فیصلہ کیا ہے۔

۱۰۔ فضل اللہ بن روزبہان شیرازی نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔

۱۱۔ علی متقی نے کنز العمال میں سیوطی کا قول اس حدیث کی صحت کے متعلق بغیر کسی رد و انکار کے نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کا مسلک بھی یہی تھا۔

۱۲۔ سید محمد بخاری نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔

۱۳۔ مرزا محمد بدخشانی نے اس حدیث کی "نزول الابرار بما صح من مناقب اہل البیت الاطہار" میں متعدد اسناد سے ذکر کیا ہے اور اس کتاب میں انہوں نے اس بات کی پابندی کی ہے کہ صرف احادیث صحیحہ کو درج کریں گے۔ اور مفتاح النجاۃ میں حاکم کے قول کو اس حدیث کی صحت کے متعلق نقل کیا ہے۔

۱۴۔ محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ میں جمع الجوامع سیوطی کی وہ عبارت بغیر کسی رد و قدح کے نقل کی ہے جس میں اس حدیث کی صحت کا بیان ہے لہذا ان کو بھی اس کے صحیح سمجھنے والوں میں ہی شمار کرنا چاہیے۔

۱۵۔ محمد بن اسماعیل یمانی نے روضہ ندیہ میں بڑے اہتمام سے اسکی صحت ثابت کی ہے۔

۱۶۔ ثناء اللہ پانی پتی نے سیف مسلول میں لکھا ہے کہ کثرت شواہد کی وجہ سے اس حدیث کی صحت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ مولوی حسن زماں نے خود اور دیگر محدثین اہلسنت کے بیانات سے اس کی صحت کو واضح کیا ہے۔

۱۸۔ احمد بن محمد صدیق حسنی مغربی نے اپنی کتاب کا نام ہی "فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی رکھا ہے۔

# فہرست محدثین جو حدیث انامدینۃ العلم کو حدیث حسن کہتے ہیں

اس فہرست میں بعض وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے نام سابق کی فہرست میں بھی لکھے جا چکے ہیں، اس کا سبب ایک تو یہ ہے کہ وہ پہلے اس کے حسن ہونے کے قائل تھے مگر بعد میں ان پر اس کے صحیح ہونے کا انکشاف ہوا جیسا کہ سیوطی نے اپنے متعلق اس بات کی صراحت کی ہے اور یا یہ سبب ہے کہ اس کی مختلف سندوں میں سے بعض اسناد کے حسن ہونے کا فیصلہ ہے جیسے حافظ گنجی۔ بہر حال حسن کہنے والوں کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ محمد بن عیسی ترمذی۔ عبدالحق دہلوی نے طبقات شرح مشکوۃ میں ترمذی کی طرف یہی نسبت دی ہے کہ وہ اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔

۲۔ حافظ محمد بن یوسف گنجی نے کفایۃ الطالب میں ابن عباس والی روایت کے لئے "ھٰذا حدیث حسن" لکھا ہے۔

۳۔ خلیل بن کلکیدی نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث "حسن محتج بہ" ہے۔

۴۔ محمد بہادر زرکشی نے "لآلی منثورہ" میں حافظ علائی کا قول نقل کیا ہے جس میں اس کے حسن ہونے کی تصریح ہے اور فیض القدیر میں مناوی لکھتے ہیں کہ خود زرکشی نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث "حسن محتج بہ" کے درجہ تک پہنچتی ہے اور حسن زماں نے "قول مستحسن" میں لکھا ہے کہ زرکشی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔

۵۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے "نقد الصحیح" میں تصریح کی ہے کہ یہ حدیث حسن محتج بہ کے درجہ کو پہنچتی ہے۔

۶۔ احمد بن علی عسقلانی معروف بہ ابن حجر نے اپنے فتویٰ میں اس کے حسن ہونے کی صراحت کی ہے۔

۷۔ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی نے "مقاصد حسنہ" میں ابن عباس کی روایت کو حسن کہا ہے۔

۸۔ جلال الدین سیوطی نے "تاریخ الخلفا" میں خود اس کے حسن ہونے کی تصریح کی ہے اور لئالی مصنوعہ اور " کتاب التعقیبات علی الموضوعات " اور اس کی تلخیص " النکت البدیعات "

میں علائی اور ابن حجر کا قول اس کے حسن ہونے کی متعلق نقل کیا ہے۔

۹۔ نورالدین سمہودی نے اس حدیث کے ثابت کرنے کے لئے حاکم کا قول صحت اور علائی اور ابن حجر کا قول حسن ہونے کے متعلق نقل کیا ہے۔

۱۰۔ محمد بن یوسف شامی نے سبل الہدیٰ والرشاد میں اس حدیث کے حسن ہونے کا قول اختیار کرتے ہوئے علائی اور ابن حجر کے قول سے استشہاد کیا ہے۔

۱۱۔ محمد بن عراق کنانی نے تنزیۃ الشریعہ میں ابن حجر کا قول نقل کیا ہے جس میں انہوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ حاکم اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور خود وہ اس کو حسن سمجھتے ہیں اور پھر علائی کا قول لکھا ہے کہ وہ اس کو حسن کہتے ہیں۔

۱۲۔ ابن ہجر مکی نے صواعق محرقہ میں بعض محققین سے نقل کیا ہے کہ اس کو حسن کہنا ٹھیک ہے اور منح مکیہ میں حسن ہونے کی تحقیق کی ہے اور تطہیر الجنان میں اس حدیث کو اس کے کثرت طرق کی وجہ سے حسن کہا ہے اور اپنے فتویٰ میں بھی اس کو حسن لکھا ہے۔

۱۳۔ محمد طاہر فتنی نے تذکرہ الموضوعات میں اس حدیث کی قدح پر نقد کرتے ہوئے علائی اور بن حجر کا قول اس کے حسن ہونے کے متعلق نقل کیا ہے۔

۱۴۔ ملا علی قاری نے مرقاہ میں معترضین کے بعض اقوال کا تذکرہ کرنے کے بعد علائی اور ابن حجر عسقلانی کا افادہ نقل کیا ہے کہ یہ دونوں اس کو حسن کہتے ہیں۔

۱۵۔ عبدالرؤف مناوی نے "فیض القدیر" میں پہلے اس حدیث میں قدح کرنے والوں کے اقوال نقل کئے پھر حافظ علائی زرکشی، ابن حجر اور سخاوی کے اقوال اسکے حسن ہونے کے متعلق لکھے ہیں۔

۱۶۔ محمد حجازی شعرانی نے "فتح المولی النصیر بشرح الجامع الصغیر" میں اس حدیث کو حسن کہا ہے جیسا کہ "سراج منیر" میں عزیزی ناقل ہیں۔

۱۷۔ عبدالحق دہلوی نے "اسماء الرجال مشکوۃ" میں اس حدیث کو لکھنے کے بعد ابن حجر کا مسلک اس کے حسن ہونے کے لیے لکھا ہے اور "لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں اور اسی کتاب میں فیروز آبادی کا وہ تفصیلی بیان لکھا ہے جس میں انہوں نے

حدیث کے "حسن محتج بہ" ہونے کی تصریح کی ہے۔

۱۸۔علی ابن احمد عزیزی نے اپنی تفسیر "سراج منیر" میں اپنے شیخ محمد حجازی شعرانی کا مسلک نقل کیا ہے جو اس کو حسن کہتے ہیں۔

۱۹۔علی الشبر نے "تیسر المطالب السنیہ" میں قول صواب قرار دیا ہے کہ حدیث مذکورہ حسن ہے اور علائی اور ابن حجر کی طرف بھی اسی کو منسوب کیا ہے۔

۲۰۔محمد زرقانی نے بھی "شرح مواہب لدنیہ" میں اس کے حسن ہونے کی تقویت کی ہے اور علائی اور ابن حجر کے قول کی طرف استناد کیا ہے۔

۲۱۔محمد علی صبان مصری نے "اسعاف الراغبین" میں بعض محققین سے اس حدیث کا حسن ہونا نقل کیا ہے۔

۲۲۔محمد بن علی شوکانی نے "فوائد مجموعہ" میں حسن ہونے کا قول اختیار کیا ہے۔

۲۳۔حسن علی محدث لکھنوی نے "تفریح الاحباب میں اس کو حسن کہا ہے۔

## حدیث مدینۃ العلم کو مشہور اور متواتر کہنے والے علماء اور متواتر و قطعی ہونے کے وجوہ:۔

۱۔سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمۃ میں صراحت کی ہے کہ یہ حدیث "فضائل ثابتہ مشتہرہ" میں سے ہے۔

۲۔عبدالحق دہلوی نے لمعات میں اسکے مشہور ہونے کی تصریح کی ہے۔

۳۔عبدالحق دہلوی نے مشکوۃ کی شرح فارسی میں بھی اس کو مشہور کہا ہے۔

۴۔محمد بن اسماعیل صنعانی نے "روضہ ندیہ" میں اس حدیث کو مشہور کہا ہے۔

۵۔صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے بھی ایک سوال کے جواب میں اس کو مشہور کہا ہے جیسا کہ انشاء اللہ واضح کیا جائے گا۔

۶۔مولوی حسن زماں نے "قول مستحسن" میں صراحت کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے۔

۷۔ابن حجر مکی نے "صواعق میں "مروی ابا بکر فلیصل بالناس" کی ایسی خبر موضوع کو متواتر کہا ہے صرف اس بنا پر کہ ان کے خیال میں یہ آٹھ عدد صحابہ سے مروی ہے اور ہم سابق میں لکھ چکے ہیں کہ حدیث مدینۃ العلم کے راوی دس صحابی ہیں تو پھر اسے تو بدرجہ اولی متواتر کہنا چاہیے۔

۸۔ابن حزم نے "محلی" میں ایک مسئلہ میں حکم منع بیع کو نقل متواتر کہا ہے کیونکہ اس کے راوی چار صحابی ہیں تو پھر کیوں یہ حدیث متواتر نہ کہی جائے جب کہ اس کے راوی دس صحابی ہیں۔

۹۔ابن تیمیہ منہاج میں "لو کنت متخذاً من اھل الارض خلیلا لا تخدت ابابکر خلیلا" کی ایسی موضوع روایت کے لیے لکھتے ہیں "ھذا الحدیث مستفیض بل متواتر عنداھل العلم بالحدیث فانہ قد اخرج فی الصحاح من وجوہ متعددۃمن حدیث ابن مسعود و ابی سعید و ابن عباس و ابن الزبیر۔

"یعنی یہ حدیث مستفیض بلکہ اہل علم بالحدیث کے نزدیک متواتر ہے۔ کیونکہ صحاح میں یہ مختلف وجوہ سے وارد کی گئی ہے۔ ابن مسعود ،ابوسعید ،ابن عباس اور ابن الزبیر سے۔

ابن تیمیہ چار اصحاب کے راوی ہونے کی وجہ سے جب کسی خبر کو متواتر کہنے کا حق رکھتے ہیں تو ہم دس صحابہ سے وارد ہونے والی حدیث مدینۃ العلم کو کیوں نہ متواتر کہیں۔ بلکہ اس کا انکار کرنے والا بنابر قول ابن تیمیہ اہل علم میں سے نہ ہوگا۔

۱۰۔صاحب تحفہ نے بعض اخبار کو اس لئے قطعی اور یقینی ظاہر کیا ہے کہ وہ فریقین کی کتابوں میں درج ہیں تو حدیث مدینۃ العلم کیوں نہ قطعی وحتمی ہو جبکہ وہ فریقین کی لاتعداد ولاتحصی کتابوں میں مروی ہے۔

۱۱۔اہلبیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے آٹھ امام اس حدیث کے روایت کرنے والے ہیں اور وہ سب صاحبان عصمت وطہارت ہیں پھر انکی روایت کی ہوئی ہے خبر کیوں نہ قطعی ہو جب کہ ان سے نقل کرنے والے وسائط بھی معتمد اور معتبر ہیں۔

۱۲۔شاہ صاحب نے تحفہ میں نفی میراث والی خبر کو امیر المومنین علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے اس کو آیت قرآنی کے برابر اور مفید یقین مانا ہے تو پھر حدیث مدینۃ العلم کو اس درجہ پر

کیوں نہیں سمجھتے جب کہ وہ واقعتا امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اور نہ صرف آپ سے بلکہ نو صحابہ اور اس روایت میں شریک ہیں۔

۱۳۔ شاہ صاحب نے اس خبر کی نفی توریث کو حذیفہ یمان کی جانب منسوب کرتے ہوئے بھی اسے آیت قرآنی کے برابر مفید قطع ویقین قرار دیا ہے۔ حدیث مدینۃ العلم کے راویوں میں بھی حذیفہ ہیں جیسا کہ ینابیع المودۃ نے ابن المغازلی سے نقل کیا ہے تو شاہ صاحب اس کو بھی کیوں نہیں یقین کا درجہ دیتے۔

۱۴۔ شفاء میں قاضی عیاض نے رسول خدا کے معجزہ " نبع ماء اور تکثیر طعام " کو اس لئے حتمی اور یقینی کہا ہے کہ اسے ثقات کی ایک بہت بڑی جماعت نے بہت سے صحابہ سے نقل کیا ہے۔۔ حدیث مذکورہ کو بھی بعینہ اسی وجہ سے قطعی کہنا چاہئے کیونکہ اس کو بھی ثقات کی ایک بہت بڑی جماعت نے بہت سے صحابہ سے نقل کیا ہے۔

قاضی صاحب شفا میں فرماتے ہیں کہ صحابہ نے یہ بھی بتایا کہ ان معجزات میں سے اکثر وبیشتر ایسے اوقات میں واقع ہوئے ہیں جب کہ ان کے بڑے بڑے مجمع ہوتے تھے مثلاً غزوہ خندق، غزوہ بواط، غزوہ حدیبیہ، اور غزوہ تبوک وغیرہ اور اسی طرح دیگر اجتماعات جن میں بکثرت مسلمان ہوتے تھے، اور ان میں سے کسی ایک طرف سے یہ نہیں منقول ہوا کہ اس نے ان معجزات میں سے کسی معجزہ کے راوی کی مخالفت کی ہو اور اسکی روایت کا انکار کیا ہو جبکہ راوی یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ مثلاً اس موقع کے تمام اصحاب نے اس معجزہ کا مشاہدہ کیا تھا پھر بھی کوئی پلٹ کر یہ نہیں کہتا کہ ہماری طرف اس مشاہدہ کی نسبت درست نہیں ہے، ہم نے نہیں دیکھا لہذا راوی کے بیان پر صحابہ کا سکوت بھی بمنزلۂ اقرار واعتراف ہے کیونکہ ان کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی امر باطل پر خاموش رہیں اور جھوٹ کے رد کرنے میں سستی کریں، جبکہ کوئی لالچ اور کسی قسم کا خوف بھی صاف گوئی سے مانع نہ تھا، اگر راوی کا بیان غلط ہوتا تو وہ ضرور انکار کرتے اور اسکی رد وقدح سے باز نہ آتے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ بعض صحابہ نے بعض دیگر صحابہ کے بیانات کا انکار کیا ہے اور ایک نے دوسرے کو اس کی غلطی پر متنبہ کیا ہے۔ سنن وسیر اور حروف قرآن کے متعلق اس کی مثالیں بہت ملیں گیں، اس لئے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس طرح کے بیان کئے ہوئے تمام معجزات قطعی

اور حتمی قرار پائیں گے۔

قاضی صاحب کے کلام کا ماحصل نقل کرنے کے بعد ہم انکی اس تقریر کو حرف بہ حرف حدیث مدینۃ العلم کے لیے جاری کرتے ہوئے اور اس لئے ہم اس کو حتمی اور یقینی کا درجہ دیتے ہیں۔

جناب جابر کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت نے یہ حدیث غزوہ حدیبیہ میں امیر امومنین کے بازو کو تھام کر ارشاد فرمائی تھی اور حضرت نے اپنی آواز کو بھی بلند فرمایا تھا۔۔ صحابہ میں سے کسی ایک کا قول نہیں ملتا جس نے جابر کی رد کی ہو اور حدیث کا انکار کیا ہو یا دوسرے ان صحابہ پر اعتراض کیا ہو جو جناب جابر کے علاوہ اس حدیث کے راوی ہیں لہذا اس موقع پر بھی ساکت رہنے والے کے سکوت کو بیان کرنے والے کے بیان کے برابر کیوں نہ سمجھیں خصوصاً جبکہ زرندی نے نظم در اسمطین میں اس حدیث شریف کے عنوان میں یہ عبارت لکھی ہے:۔

"فضیلتہ اخری اعتراف بھاالاصحاب وابتھجوا وسلکوا طریق الوفاق وانتـجـوا" جس کا محصل یہ ہوا کہ حدیث مدینۃ العلم جناب امیر کی ایسی فضیلت ہے جس کا اعتراف تمام اصحاب رسول نے کیا ہے۔ اس کے بعد اب ساکت کے سکوت کو ناطق کے نطق کی جگہ پر رکھنے کی بھی ضرورت نہ پڑے گی بلکہ زرندی کی عبارت سے سب کا صریح اعتراف ظاہر ہوتا ہے۔ زرندی کے علاوہ توضیح الدلائل میں شہاب الدین احمد نے بھی حدیث مذکورہ کو انہیں الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ اس حدیث کے انکار سے اصحاب رسول کو کوئی لالچ یا خوف بھی مانع نہ تھا اور پھر بھی انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ مجھے یوں عرض کرنے دیجئے کہ امیر المومنین کے فضائل کو چھپانے کے بہت سے اسباب موجود تھے اور صدر اول میں ایک ایسا ماحول پیدا ہو گیا تھا جس میں انکار فضائل امیر امومنین کی ہر طرح ہمت افزائی کی جاتی تھی ان سب باتوں کے باوجود ایک چھوڑ دس دس صحابہ کا اس حدیث کو نقل کرنا اور کسی ایک صحابی کا راوی پر اعتراض نہ کرنا بلکہ سب کا معترف ہونا اور اس فضیلت کو بالاتفاق تسلیم کرنا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حتماً اور جزماً جناب رسولؐ خدا نے یہ حدیث شریف ارشاد فرمائی تھی۔

۱۶۔ یہی قاضی صاحب شفا میں ایک جگہ جناب رسالت ماب کے معجزات کے حتمی اور قطعی ہونے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ جو خبریں بے اصل اور باطل پر مبنی ہوتی ہیں مرور زمانہ اور لوگوں

کی بحث و تحقیق کے بعد ان کا ضعف حتماً ظاہر ہو جایا کرتا ہے اور پھر وہ خبریں خود ہی سرد پڑ جاتی ہیں اور یہ بات بہت سی جھوٹی روایتوں میں دیکھنے میں بھی آئی لیکن حضرت کے ان معجزات کی روایات پر جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے اور واضح اور آشکار ہوتے جاتے ہیں اور دشمنوں کے طعن و تشنیع اور نور الٰہی کو خاموش کرنے کے لئے ملحدین کی کوششوں کے ہوتے ہوئے بھی جتنا جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے ان معجزات کی روایتیں اور قوت پکڑتی جاتی ہیں اور مخالفین کو سوائے حسرت و ناکامی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

جب سلسلۂ کلام یہاں تک پہونچا تو اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معاندین کے ان مساعی کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے جو اخفائے فضائل اہلبیت اطہار میں صدر اول میں بروئے کار لائے گئے اور پھر بھی علیؑ کے فضائل کیونکر مشہور ہوتے رہے۔ یوں تو اسلام کی بہت بڑی اکثریت کو اہلبیت کے فضائل ناگوار تھے مگر خصوصیت سے بنی امیہ اس سلسلہ میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ علیؑ اور اولاد علیؑ کے فضائل کو مٹانا اور آپ پر علانیہ منبروں پر تبرا اموی عہد کا سیاہ کارنامہ ہے۔

ابو جعفر اسکافی نقض کتاب عثمانیہ جاحظ ہیں فرماتے ہیں۔ (ص ۱۳ ارسائل الجاحظ مطبوعہ ۱۳۵۲ھ ص ۲۵۵ ج ۲ شرح ابن ابی الحدید)

**فكانوا (بنو اميه) لايالون جهد في طول ما ملكو ان يحملو اذكر على عليه السلام و ولده و يطفئوا نورهم ويكتموا فضائلهم و مناقبهم و منعوا بقهم و يحملوا على سبهم و لعنهم على المنابر**

بنی امیہ نے اپنی حکومت کے عہد میں کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی اس بات میں کہ وہ علیؑ اور اولاد علیؑ کے ذکر کو مٹائیں ان کے نور کو بجھائیں، ان کے مناقب و فضائل اور کارناموں کو چھپائیں اور لوگوں کو آمادہ کریں کہ وہ ان پر بر سر منبر لعنت کریں۔

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:- **فلم يزل السيف يقطر من دمائهم مع قلة عددهم و كثرة عدوهم فكانوا بين قتيل و اسيرو و شريد و هاربه و مستخف ذليل و خائف مترقب.**

تلوار برابر انکے خون کے قطرے ٹپکاتی رہی حالانکہ انکی جمعیت کم تھی اور ان کے دشمن بہت تھے چنانچہ ان کی حالت یہ تھی کہ کچھ مقتول ہوئے، کچھ اسیر ہوئے، کچھ رواں دواں، کچھ ادھر ادھر ذلت کے ساتھ چھپتے پھرتے تھے کچھ خوف و ہراس کے عالم میں مبتلا تھے۔

حتی ان الفقیه و المحدث و القاضی و المتکلم لیتقدم الیه و یتو عد بغایته الانعاد و اشد العقو به ان لا یذکر وا شیئاً من فضائلهم و لا یر خصو الاحد انب بطیف بهم حق بلغ من تفسیر المحدث انهٔ اذا ذکر حدیثا عن علی علیه السلام کنی عن ذکره فقال: قال رجل من قریش ،وفعل رجل من قریش ،ولا یذکر علیًا ولا یتغوه باسمه۔

نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ فقیہ، محدث، قاضی اور متکلم کو تنبیہ کردی جاتی تھی اور انکو انتہائی دھمکیاں دی جاتی تھیں سخت ترین سزاؤں کی کہ وہ لوگ اہلبیتؑ کے فضائل میں سے کچھ نہ ذکر کریں اور نہ کسی کو اس کا موقع دیا جائے کہ وہ ان کے گرد جمع ہوں۔ محدثین کے تقیہ کا عالم یہ ہوگیا تھا کہ اگر کوئی محدث کسی حدیث کی علی علیہ السلام سے روایت کرتا تھا تو وہ حضرت کا ذکر نہیں کرتا تھا نہ آپ کا نام لیتا تھا بلکہ نام کی جگہ کنایہ سے کام لے کر کہہ دیتا قال رجل من قریش قریش میں سے ایک مرد نے کہا اور قریش میں سے ایک شخص نے ایسا کیا۔

ثم راینا ان جمیع المختلفین قد حاولو نقض فضائله.... .........لا یحتمل و مرت یقصد ان یضع قدرها بقیاس منتقص، ولا یزداد مع ذالک الا قوت و رفعت و وضوحا و استنارت۔

پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ان تمام اختلاف رکھنے والوں نے مل کر علیؑ کے فضائل کو مٹانے کا ارادہ کرلیا اور اپنے حیلوں اور تاویلوں کا رخ ادھر موڑ دیا۔ (مختلف خیالات کے لوگ صف بستہ ہوکر اس مقصد میں متحد ہوگئے کہ وہ علیؑ کے فضائل کو مٹائیں ،چنانچہ) ایک طرف دین سے نکلا ہوا خارجی، عداوت رکھنے والا ناصبی، شبہوں میں پڑا ہوا نوجوان، دشمنی رکھنے والی نئی پود، جھٹلانے والا منافق، حسد رکھنے والا عثمانی (سب کے سب) فضائل پر معترض اور ان میں طعن کرتے تھے (دوسری طرف) وہ معتزلی جو علم کلام میں مہارت حاصل کرکے اختلاف کی راہوں، شبہات اور

مواقع طعن کا عارف ہو چکا ہو اور جسے اقسام تاویلات کا بھی علم ہے اس نے اپنی تمام تدبیریں صرف کردیں کہ آپ کے مناقب کو باطل کرے اور مشہور فضائل کی تاویل کرے، چنانچہ کبھی تو وہ ان کی ایسی تاویل کرتا ہے جو احادیث کے الفاظ کے لئے نا قابل تحمل تھیں، اور کبھی اس کا قصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ان کی منزلت کو ناقص قیاسات کے ذریعہ سے گھٹا دے، لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود علیؑ کے فضائل کی قوت اور بلندی بڑھتی چلی گئی اور زیادہ واضح اور روشن ہوتے گئے۔

پھر آپ لکھتے ہیں---------- وقد علمت ان معاویه و یزید ومن کان بعد هما من بنی مروان ایام حکمهم---------- وذلک ثمانین سنه------- لم یدعو اجهدا فی حمل الناس علی شتمه و لعنه و اخفاء فضائله و ستر مناقبه۔

اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ معاویہ اور یزید اور جو ان کے بعد بنی مروان گزرے سب نے اپنی مدت حکومت بھر--------- جو اسی سال تھی------- کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی کہ وہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ جناب امیرؑ کو گالیاں دیں ان پر لعنت کریں اور ان کے فضائل و مناقب کو چھپائیں اور ان پر پردے ڈالیں---------- پھر انہوں نے بہت سے حوالے اس طرح کے درج کئے ہیں جن سے انکا یہ دعویٰ پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے پھر وہ اپنی کتاب کے ص ۱۶ پر لکھتے ہیں:-

ولقد کان الحجاج ومن ولاد کعبدالملک و الولید ومن کان...... واحد اذ کان الامر کما و صفناه۔

حجاج اور جس نے اسے والی بنایا تھا جیسے عبدالملک اور ولید اور جو ان دونوں کے قبل و بعد بنی امیہ کے دیگر فراعنہ تھے ان سب کو علیؑ کے فضائل اور ان کی اولاد کے فضائل چھپانے اور شیعوں اور ان کی منزلت گھٹانے کی حرص اس سے بھی زیادہ تھی جتنی انہیں عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب کی قرات کو ختم کرنے کی حرص تھی۔ کیونکہ یہ قرائتیں ان کے زوال ملک کے سبب نہیں بن سکتی تھیں، نہ ان سے ان کا امر سلطنت فاسد ہو سکتا تھا نہ ان کی حالت کھل سکتی تھی لیکن علیؑ اور اولاد علیؑ کے فضائل کی شہرت اور ان کے محاسن کے اظہار میں تو بنی امیہ کی تباہی اور ہلاکت تھی اور خطرہ تھا کہ کہیں مسلمانوں پر کتاب الٰہی کے احکام نہ مسلط ہو جائیں جس کو انہوں نے اپنے زمانہ میں پس پشت ڈال دیا تھا۔ لہٰذا انہیں حرص ہوئی اور انہوں نے پوری کوشش کی آپ کے فضائل کو چھپانے

کے لئے۔ اور انہوں نے دوسرے لوگوں کو بھی آمادہ کیا ہے کہ وہ ان کے فضائل کو چھپائیں ان پر پردہ ڈالیں---------- لیکن خدا نے یہی چاہا کہ علیؑ اور ان کی اولاد کا امر اور روشن ہوتا جائے ان کی محبت میں لوگوں کا شغف اور شدت بڑھے انکا ذکر پھیلے اور بڑھے، انکی حجت واضح ہوتی جائے اور قوت پکڑتی جائے، ان کا فضل ظاہر ہو کر رہے۔ ان کی شان بلند ہوتی رہے۔ انکی منزلت عظیم ہوتی رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انکی، جتنی ان لوگوں نے اہانت کی اتنی ہی ان کی عزت اور عظمت دو چند ہوتی گئی، جتنا انہوں نے انکے ذکر کو مٹانا چاہا اتنا ہی وہ اور بلند ہوتے گئے اور جو کچھ ان دشمنوں نے ان کے متعلق شر کے ارادہ کئے تھے وہ پلٹ کر نتیجتاً ان کے لئے خیر بن گئے اور ہم لوگوں تک علیؑ کے فضائل اور خصائص اور امتیازات اور کارناموں سے اتنا حصہ پہونچ گیا کہ سابقین بھی اس سے آگے نہیں جاسکتے اور نہ طالبین ان تک پہونچ سکتے ہیں۔ اگر علی کے یہ فضائل ایک حقیقت ثابتہ نہ ہوتے اور سنن محفوظہ کے مانند کثرت سے نہ ہوتے تو ہمارے زمانے تک ایک حرف بھی نہ پہونچ سکتا کیونکہ حالات تو وہ تھے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

یہاں تک تو شیخ ابو جعفر اسکافی کا حقیقت افروز بیان تھا کہ اب دوسری کتابوں کے بھی چند بیانات ملاحظہ فرمالیجئے تاکہ آپکو اچھی طرح اندازہ ہو جائے کہ جناب امیرؑ کے فضائل کو مٹانے اور آپ پر علانیہ سب وشتم کرنے میں اموی حکام کی جرأتیں کس درجہ پر پہنچی ہوئی تھیں۔

صحیح مسلم جلد دوم ص ۳۲۴ ترمذی ج ۲ ص ۳۰۰، خصائص نسائی ص ۱۱ سب میں ذیل کا واقعہ موجود ہے جو ترمذی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:۔

عن عامر بن سعد ابن ابی وقاص قال امر معاویہ بن ابی سفیان سعداً فقال ........ فقال اللّٰھم ھٰؤلاء اھلی۔

عامر ابن سعد ابی وقاص کا بیان ہے کہ معاویہ نے سعد کو حکم دیا اور کہا کہ تمہیں ابوتراب کو سب وشتم کرنے سے کیا بات مانع ہے۔ سعد نے کہا جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں جو ان کے بارے میں رسولؐ خدا نے کہی تھیں ان کو ہرگز سب وشتم نہ کروں گا اگر ان تین باتون میں سے میرے لئے ایک بھی ہوتی تو مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی، میں نے رسول اللہ کو علیؑ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ ان کو ایک غزوہ میں ساتھ نہیں لے گئے تھے بلکہ (مدینہ ہی) میں چھوڑ دیا

تھا اور ان سے علیؑ نے کہا تھا یا رسول اللہ کیا آپ نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا ہے تو رسول خدا نے فرمایا۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ اور میں نے رسول خداؐ کو بروز خیبر کہتے سنا ہے کہ میں ضرور ضرور علم ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہوں گے، وہ کہتے ہیں ہم سب نے گردنیں بلند کیں اور حضرت نے فرمایا میرے لئے علیؑ کو بلاؤ، علیؑ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو آشوب چشم کی شکایت تھی۔ حضرتؐ نے انکی آنکھ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور ان کو علم دیدیا اور خدا نے ان کو فتح دیدی---------- اور جب یہ آیت (فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابناء کم (آیہ مباہلہ) اتری تو رسولؐ خدا نے علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور فرمایا خداوند یہ میرے اہل ہیں۔

ابن اثیر کامل میں ناقل ہیں کہ معاویہ جب قنوت پڑھتا تھا تو علیؑ، ابن عباس، حسنؑ، حسینؑ اور مالک اشترؓ پر سب کیا کرتا تھا۔

ابن عبدربہ نے العقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۱ میں لکھا ہے کہ امام حسنؑ کا انتقال ہو گیا تو معاویہ نے حج کیا اور داخل مدینہ ہوا، اس نے چاہا کہ منبر رسولؐ پر بیٹھ کر علیؑ پر لعن کرے تو اس سے کہا گیا کہ یہاں سعد ابن ابی وقاص موجود ہیں ہماری رائے میں وہ اس پر راضی نہ ہوں گے تم ان کے پاس کسی کو بھیج کر انکی رائے حاصل کرلو۔ معاویہ نے ان کے پاس کسی کو بھیجا جس نے اس بات کا ان سے تذکرہ کیا تو سعد نے کہلوا دیا اگر تم نے ایسا کیا تو میں ضرور مسجد سے نکل جاؤں گا اور پھر کبھی نہ پلٹوں گا یہ سن کر معاویہ حضرت پر لعنت کرنے سے باز رہا یہاں تک کہ سعد مر گئے جب وہ مر گئے تو معاویہ نے منبر پر بیٹھ کر علیؑ پر لعنت کی اور اپنے تمام عمال کے نام حکم لکھا کہ وہ سب منبروں پر علیؑ پر تبرا کیا کریں سب نے ایسا ہی کیا۔ جناب ام سلمہؓ زوجہ جناب رسالت مآب نے معاویہ کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ اللہ و رسولؐ پر لعنت کرتے ہو اپنے منبروں پر، یہ میں نے اس لئے لکھا کہ تم علیؑ اور ان کے دوستوں پر لعنت کرتے ہو اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا اور رسول علیؑ کے دوست تھے۔ لیکن ان کی بات کی طرف کسی نے توجہ نہ کی حالانکہ ان کو علم تھا کہ ام سلمہؓ جو روایت کر رہی ہیں وہ صحیح ہے اور ان کی منزلت بھی باشرف ہے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کی جلد ہفتم ص

۳۸۷ پر بھی اسی کے قریب قریب واقعہ لکھا ہے۔

ابو عثمان جاحظ نے کتاب الرّد علی الامیہ میں تحریر کیا ہے "معاویہ اپنے خطبے کے آخر میں کہا کرتا تھا۔ (معاذاللہ)

**اللھمہ ان ......... الحدفی دینک وصدک عن سبیلک فالعنه لعنا وبیلا وعذ به عذابا الیما۔**

اس عبارت میں جہاں ہم نے نقطے دیئے ہیں وہاں وہ حضرتؑ کے اسم گرامی کا ذکر کرتا تھا یہ ایسی عظیم جرات وجسارت ہے جسکو لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے، مگر نقل کفر کفر نباشد اور حضرتؑ کے مروی فضائل کے قوت واستحکام کے لیے ہمیں اس قسم کے واقعات وکلمات لکھنا پڑے۔۔۔۔ پھر جاحظ لکھتے ہیں کہ "معاویہ نے یہ الفاظ تمام اطراف میں لکھ بھیجے اور یہی کلمات عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک تمام منبروں پر علی الاعلان پڑھے جاتے تھے۔

اس کتاب میں جاحظ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بنی امیہ میں سے ایک جماعت نے معاویہ سے کہا کہ آپ اپنی آرزو پا چکے اب اگر اس شخص پر لعنت کرنے سے باز آجاتے تو اچھا تھا تو معاویہ نے جواب دیا۔ نہیں خدا کی قسم میں باز نہ آؤں گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ بچے اسی حالت میں بڑے ہو جائیں اور بوڑھے اسی ماحول میں اپنے بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ جائیں اور کوئی ذاکر ان کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کا بھی تذکرہ نہ کرے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ معاویہ اس حسرت میں دنیا چھوڑ کر رخصت ہو گئے اور علیؑ کے فضائل ایک ابدی حقیقت کی طرح پائیدار ہیں اور آج شرق وغرب عالم میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں منبروں پر بیٹھ کر علیؑ کا ذکر کرنے والے ان کے فضائل کو لاکھوں مسلمانوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور یہ رسم حسن صدیوں سے اب تک چلی آرہی ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ **والحمدالله علیٰ ذلک۔**

حموی نے معجم البلدان ص ۳۸۔۳۹ میں سجستان کے تذکرہ میں پہلے وہاں خورج کے وجود اور ان کی کثرت اور انکی مذہبی عصبیت کا ذکر کیا ہے پھر لکھتے ہیں۔

**قال محمد بن بکر الرھنی واجل من ھذا کله ان علیؑ بن ابی طالب لعن علی**

منابر الشرق والغرب ولم يلعن علىٰ منبرها الا مرة وامتنعوا على بنى امية حتىٰ زادوا فى عهدهم ان لا يلعن على منبرهم احد۔

محمد بن بحر کہتے ہیں کہ ان سب باتوں سے زیادہ عظیم بات یہ ہے کہ علیؑ ابن طالب پر مشرق و مغرب کے تمام منبروں پر تبرّا ہوا مگر بجستان کے منبر پر ایک دفعہ سے زیادہ نہ ہو سکا اور خوارج بنی امیہ کے خلاف اس بات سے باز رہے یہاں تک کہ انھوں نے اپنے عہد میں اس بات کا اضافہ کر دیا کہ ان کے منبر پر کسی پر لعنت نہ کی جائے۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ نواصب بنی امیہ اس معاملہ میں اپنا نمبر خوارج سے بھی بڑھا لے گئے تھے۔

صاحب نصائح کافیہ اپنی کتاب میں ص ۷۰۔۷۱ پر ابوالحسن المدائنی کی کتاب الاحداث سے ناقل ہیں اور ابن ابی الحدید معتزلی اپنی شرح کی جلد ۳ ص ۱۳ پر رقمطراز ہیں۔

کتب معاویہ نسخه واحده الیٰ عماله ............ ولطعن فيه والشنان له۔

معاویہ نے ایک نسخہ (حکمنامہ) عام الجماعۃ کے بعد اپنے تمام عمال حکومت کے نام لکھا۔ " حکومت اس سے بالکل بری الذمہ ہے جو کہ کوئی بھی ابوترابؑ اور ان کے اہلبیت کے فضائل میں سے روایت کرے۔ خطیب ہر قریہ میں ہر منبر پر علیؑ پر لعنت کرنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان سے اظہار بیزاری کرتے ان کو ان کے اہلبیت " کو برا بھلا کہتے یہ بلا جن کے لئے سب سے زیادہ تھی وہ اہل کوفہ تھے کیونکہ وہاں شیعیان علی علیہ السلام بہت کثرت سے تھے۔ ان پر معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو حاکم بنا دیا اور ان کی حکومت میں کوفہ کے ساتھ بصرہ شامل کر دیا وہ شیعوں کو ڈھونڈ کے نکالتا تھا کیونکہ وہ انہیں پہچانتا تھا اس لئے کہ یہ بھی اپنے کو انھیں میں شامل کئے ہوئے تھا۔ علی علیہ السلام کے زمانہ میں اس نے شیعوں کو گوشہ گوشہ میں قتل کرنا شروع کیا۔ انکو خوف میں مبتلا کیا۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹے انکی آنکھوں میں جلتی ہوئی سلائیاں پھروائیں، ان کو درخت یا سولی پر چڑھایا ان کو تتر بتر کیا جس کے نتیجے میں وہاں ان میں سے کوئی ایک مشہور شخص باقی نہ رہا۔

اور معاویہ نے اطراف و جوانب میں اپنے عمال کو یہ بھی لکھا کہ عدالت میں شیعہ علی میں سے

کسی کی گواہی جائز نہ قرار دیں اور لکھا کہ دیکھو تمہارے یہاں عثمان کے جو شیعہ اور چاہنے والے ہوں اور جو ان کے ایسے دوست ہوں جو ان کے فضائل و مناقب کی روایت کریں ان کی نشست اپنے قریب کرلو انھیں مقرب بناؤ ان کا اعزاز و اکرام کرو اور ان میں جو شخص جس حدیث کی روایت کرے وہ میرے پاس لکھ بھیجو، راوی کا نام مع والدین اور قوم قبیلہ کے مجھے لکھو چنانچہ معاویہ کے عمال نے یہ سب کام انجام دینا شروع کئے یہاں تک کہ لوگوں نے عثمان کے فضائل میں کثرت سے حدیثیں گڑھنا شروع کردیں کیونکہ اس کے بدلے میں معاویہ انہیں انعامات، خلعت، عطایا اور جاگیریں دیتا تھا، عرب اور عجم سب ہی میں اس نے یہ انعامات عام کردیئے تھے چنانچہ ہر شہر میں اس کی زیادتی ہوگئی مراتب اور دنیا حاصل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے۔ کوئی شخص جب بھی بنی امیہ کے عمال میں کسی کو پاتا اور عثمان کے فضائل و مناقب کی روایت بیان کرتا تو اس کا نام رجسٹر میں لکھ لیا جاتا اور عامل اس کو مقرب بناتا اور اسکی سفارش کرتا۔ اسی حال پر عرصہ تک لوگ باقی رہے۔ پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ عثمان کے متعلق حدیثیں بہت ہوگئی ہیں اور شہر میں ہر طرف ہر گوشہ میں پھیل گئی ہیں جب میرا یہ خط تم لوگوں کے ملے تو فضائل صحابہ اور خلفائے اولین کی روایت کی طرف دعوت دو، اور کسی حدیث کو نہ چھوڑو جس کی کوئی مسلمان ابوتراب کی فضلیت میں روایت کرتا ہو مگر یہ کہ میرے لئے اس کا توڑ لاؤ۔ جو صحابہ کے فضائل میں ہو کیونکہ مجھے یہ زیادہ محبوب ہے اور اس سے میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوں گی اور ابوتراب اور ان کی شیعوں کی حجت اس سے زیادہ باطل ہوگی اور یہ بات ان کے لئے فضائل و مناقب عثمان سے بھی زیادہ کھلنے والی ہوگی۔

معاویہ کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے (اب کیا تھا) کثرت سے فضائل صحابہ میں احادیث کی روایت شروع ہوگئی جو سب کی سب من گھڑت تھیں جن کی کوئی اصلیت نہ تھی لوگوں نے اس طرح کی چیزوں کی روایت کرنے میں خوب خوب کوشش کی یہاں تک کہ مدح صحابہ کے تذکرے منبروں پر علانیہ ہونے لگے مدارس کے معلمین کو حکم دیا گیا انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں لڑکوں عورتوں نوکروں چاکروں کو اس کی تعلیم دے دی۔ یہی حال عرصہ دراز تک رہا۔

پھر معاویہ نے تمام شہروں کے اپنے عمال کے نام ایک اور حکم بھیجا۔ دیکھو جس کے خلاف گواہی گزر جائے وہ علیؑ سے محبت کرتا ہے اس کا نام رجسٹر سے کاٹ دو اس کا وظیفہ اور اس کی روزی بند کردو، اسی کے ساتھ دوسرا حکم نامہ اور بھیجا۔ جس پر تمہاری نظر میں تہمت لگ سکے وہ اہلبیت کا دوستدار ہے اس کو سزا دو اس کے گھر گرا دو۔ عراق سے زیادہ شدید یہ بلا کہیں اور نہ تھی خصوصاً کوفہ۔ حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ علیؑ کے شیعوں میں اگر کسی کے پاس اس کا قابل وثوق ملنے والا آتا تھا اور وہ اس سے اپنے دل کی بات کہنا چاہتا تو اپنے خادموں اور غلاموں تک سے ڈرتا تھا اور جن تک بڑی سخت قسمیں نہ لے لیتا اس وقت تک اس سے بھی نہ کہتا۔ اس کے نتیجہ میں بہت سی گھڑی ہوئی حدیثیں ظاہر ہو گئیں اور بہتان پھیل گیا اور اسی وتیرہ پر فقہاء، قاضی اور حکام گزرتے رہے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جن کی وجہ سے یہ بلا عام ہوئی وہ ریاکار قاری اور وہ افراد جو اظہار خشوع و تقدس کرتے اور حدیثیں وضع کرتے کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حکام میں رسائی حاصل کرلیں اور وہ ان کو مقرب بنائیں اور یہ اس کے ذریعہ سیم و زر اور جاگیریں حاصل کریں یہاں تک کہ یہ گڑھی ہوئی حدیثیں ان لوگوں تک پہنچیں جو دیندار تھے جھوٹ بولنے اور بہتان کو حلال نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے بھی ان احادیث و اخبار موضوع کو قبول کرلیا اور ان کی روایت کرنے لگے اور انہیں یہ گمان تھا یہ سب حق ہیں اگر ان کو علم ہوتا یہ باطل ہیں تو وہ ان کی روایت نہ کرتے اور ان کے مطابق عقیدہ نہ رکھتے، یہ حال تو یونہی رہا یہاں تک کہ امام حسن بن علی علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو فتنہ و بلا میں اور اضافہ ہو گیا شیعوں میں ہر شخص کو اپنی جان کا دھڑکا اور ایمان کا خطرہ تھا۔

پھر شہادت امام حسینؑ کے بعد معاملہ اور سنگین ہوتا گیا یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا اب شیعوں کے لئے حالات اور نازک ہو گئے۔ عبدالملک نے ان پر حجاج بن یوسف کو حاکم بنایا اہل عبادت و صلاح ظاہری نے علیؑ کی عداوت اور ان کے دشمنوں کی دوستی اور ان کی دوستی کو جو یہ دعوی کرے وہ بھی ان کے دشمنوں میں ہے، اس سے تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا شروع کیا۔۔۔۔لوگوں نے صحابہ کے فضائل اور مناقب ان کے کارناموں اور خدمات کی بکثرت روایتیں شروع کردیں اور علی کرم اللہ وجہہ کی منقصت اور آپ پر عیب لگانے والی آپ پر طعن

کرنے والی آپ کی عداوت ظاہر کرنے والی روایتیں بکثرت بیان کرنا شروع کردیں۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ معاویہ کے عہد میں ستر ہزار سے زیادہ منبر تھے جن پر علی ابن طالب علیہ السلام پر تبرا کیا جاتا تھا اور یہ نتیجہ تھا اس سنت کا جو معاویہ نے ان کے لئے قرار دی تھی۔ اور اسی کی طرف احمد حفظی الشافعی اپنے اشعار میں شارہ کرتے ہیں کہ:۔

وقد حکی اشبخ السیوطی انه — قد کان فیما جعلوه سنة

سبعون الف منبر و عشره — من فوقها یلعنون حیدره

جو شیخ سیوطی حکایت کرتے ہیں کہ منجملہ ان سنتوں کے جو انہوں نے (بنی امیہ) نے قرار دی تھیں یہ بھی تھا کہ ستر ہزار منبر تھے جن پر بیٹھ کر حیدرؑ پر (معاذاللہ) لعنت کی جاتی تھی۔ پھر چند اشعار کے بعد کہتے ہیں:۔

الیس ذا بوذیه فاعلمنا — ان الذی یوذیه یوذی من دمن

کیا یہ فعل ان کے لئے باعث اذیت نہ تھا۔ ذرا ہوشیار ہو جاؤ اور جانو کہ جو علیؑ کو اذیت دیتا ہے اس نے کس کس کو اذیت دی۔

بل جاء فی حدیث ام سلمه — هل فیکم الله یسب مر امه۔

بلکہ حدیث ام سلمہؓ میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کیا تم میں اللہ کو برا کہا جاتا ہے یہ کیا۔ اور کیوں۔

ماذا اخا العرفان من جواب — دعاد من عاد ابی تراب

اے صاحب معرفت رسول خدا کی اس دعا کا کیا جواب ہے کہ آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا خدایا جو ابوتراب سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔

یہ تھا ان کوششوں کا اجمالی خاکہ جو عصر اول کے مسلمانوں کی اکثریت نے اہلبیتؑ کے فضائل کو مٹانے کے لئے اور اپنی گڑھی ہوئی روایات شائع کرنے اور ان پر سب وشتم کو رائج کرنے کے لئے انجام دیں ۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد بھی علیؑ کے فضائل کی حدیثیں معتبر ذرائع سے ہم تک پہونچیں ظاہر ہے کہ ان میں اگر کوئی بے اصل اور بے حقیقت روایت ہوتی تو اس کا نشان بھی باقی نہ رہتا جب کہ بہت سی صحیح حدیثیں بہت سے محدثین نے صرف بغض وعناد کی بنا پر چھپا ڈالیں

لیکن قدرت کا کرشمہ دیکھئے ان تمام حالات کے بعد بھی جناب امیرؑ کے اتنے فضائل مروی ہوئے کہ ائمہ حدیث اس بات کو بالاتفاق ظاہر کرتے ہیں کہ علیؑ کے فضائل میں جو کچھ وارد ہوا وہ اس سے بہت زائد ہے جو کسی بھی صحابی کے لئے وارد ہوا ہے اگر ہم اس سلسلہ میں محققین کے بیانات لکھنا شروع کر دیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ ذیل میں چند مختصر بیانات درج کرتے ہیں:۔

تاریخ خطیب بغدادی جلد اول ص ۱۳۳۔ جب خطیب جناب امیرؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں تو اس کے پہلے لکھا ہے

**و مناقبه اشهر من ان تذكر و فضائله اكثر من ان تحصر**

"یعنی حضرت کے مناقب اس سے زیادہ مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ ہو، اور آپ کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ ان کو محصور کیا جا سکے۔

ابن شحنہ روض المناظر میں لکھتے ہیں۔ **و فضائله كثيرا مشهورة..........في فضل على رضى الله عنه و كرم وجهه۔**

یعنی حضرت کے فضائل بہت ہیں اور مشہور ہیں، احمد بن حنبل کہتے ہیں صحابہ میں سے کسی کے فضل میں اتنی صحیح احادیث نہیں ہیں جتنے علیؑ کے فضائل ہیں۔

ابن حجر مکی صواعق ص ۷۲ میں لکھتے ہیں۔ **الفصل الثانى فى فضائل كرم الله وجه .........ما جا فى على۔**

یعنی، فصل دوم علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں اور آپ کے فضائل بہت عظیم ہیں اور بہت مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ احمد بن جنبل نے کہا ہے کہ فضائل میں سے کسی کے لئے اتنی حدیثیں نہیں وارد ہوئیں جتنی علیؑ کے لئے وارد ہوئیں ہیں اور اسماعیل، قاضی اور نسائی اور اور ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی ایک کے حق میں بھی حسن اسناد کے ذریعہ سے اتنی حدیثیں نہیں وارد ہوئیں جتنی علیؑ کے حق میں وارد ہوئیں ہیں۔

ابن عبد البر استیعاب جلد دوم ص ۴۷۹ میں فرماتے ہیں۔ قال احمد و اسماعیل بن اسحٰق ---------- قال احمد بن علی بن شعیب النسائی۔

احمد بن جنبل، اسماعیل بن اسحاق قاضی کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کی فضیلت میں جید اسناد کے ذریعہ سے اتنی مرویات نہیں ہیں جتنی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے لئے مروی ہیں اور یہی قول احمد بن علی بن شعیب نسائی کا بھی ہے۔

احمد بن جنبل کا قول حاکم نے مستدرک میں بھی نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۶۵، ابن اثیر نے کامل جلد سوم ص ۱۵۹ اور صاحب اصابہ نے جلد دوم میں اور الشرف المویدص ۶۳ میں بھی اس کی روایت کی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ احمد بن جنبل نے ایک مرتبہ اس حقیقت کو صاف الفاظ میں بیان کر دیا کہ خلافت نے علیؑ کو زینت نہیں دی بلکہ علیؑ نے خلافت کو زینت دیدی۔ اس واقعہ کو ان کے صاحبزادے عبداللہ کی زبانی سن لیجئے جسے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کی جلد اول ص ۱۳۵ میں لکھا ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ ایک دن اپنے باپ احمد بن جنبل کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں اہل کرخ کی ایک جماعت آئی اور انہوں نے خلافت حضرات ابوبکر، عمر، عثمان کا تذکرہ کیا اور بہت دیر تک ذکر رہا پھر انہوں نے خلافت علیؑ ابن ابی طالب کا ذکر چھیڑا اس میں سب سے زیادہ طول دیا وہ کہتے ہیں کہ ان کے باپ نے سر اٹھا کر ان لوگوں سے خطاب کیا اور کہا اے لوگو! تم لوگ بڑی دیر سے علی اور خلافت، اور خلافت اور علی کے بارے میں چہ می گوئیاں کر رہے ہو، خلافت نے علیؑ کو ہرگز زینت نہیں دی بلکہ علیؑ نے خلافت کو زینت دی۔

ان حقائق کی روشنی میں ناظرین پر واضح ہو گیا کہ شفاء میں قاضی عیاض کا افادہ جو انہوں نے معجزات جناب سرور کائنات کے وثاقت و اعتبار کے لئے تحریر کیا ہے بعینہ اسی طرح جاری کیا جا سکتا ہے کہ باوجود مخالفین کی جان توڑ کوششوں کے فضائل علیؑ روز بروز مشہور ہوتے چلے گئے اور مخالفین کو سوائے حسرت و ناکامی کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کو دیکھ کر قطعایہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ آپکے فضائل واقعی حقائق تھے جو مٹانے سے اور ابھرے اگر معاذاللہ بے اصل ہوتے تو صاحبان فن کے نقد و تبصرہ اور معاندین کے مساعی کے علاوہ امتداد زمانہ سے خود ہی فنا ہو جاتے مگر ایسا نہیں ہوا جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا۔ اسلامی دنیا کے کتب خانے ان کتابوں سے پر ہیں جن میں آپکے فضائل کے دفتر درج ہیں اور بلند پایہ علماء معترف ہیں کہ علیؑ کے فضائل میں جتنی

معتبر حدیثیں وارد ہوئیں ہیں اتنی کسی صحابی کے لئے نہیں ہے، انہی میں سے ایک حدیث مدینۃ العلم بھی ہے صدر اول اسلام سے لے کر آج تک کسی زمانہ میں بھی اس کے راویوں کا سلسلہ نہیں ٹوٹا بلکہ بلند پایہ مصنفین اور مشہور محدثین اور ماہران اخبار و آثار صاحبان نقد و نظر برابر اس حدیث کی روایت کا شرف حاصل کرتے رہے اور اس کے صحیح و حسن بلکہ مشہور و متواتر ہونے کا اعتراف کرتے چلے آئے ہیں، اور شعراء امت اس کو اپنے اشعار میں نظم کرتے رہے۔ اور یہ سلسلہ بحمدہ ہمارے عصر تک جاری ہے۔

گزشتہ اوراق میں محدثین و رواۃ حدیث مدینۃ العلم کی اجمالی فہرست آپ کی نظر مبارک سے گزر چکی اب آپ ذیل میں ان کتابوں کے مفصل حوالے ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ حدیث شریف مختلف اسانید سے مروی ہے۔

## اسناد حدیث مدینۃ العلم کا تفصیلی بیان، اور کتابوں کے حوالہ جات

1- امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام نے اپنے صحیفہ مبارک میں بسند سلسلۃ الذہب اس حدیث شریف کی روایت کی ہے۔ صحیفہ کی عبارت یہ ہے۔

**و باسناده قال قال ..........فمن اراد العلم**

حضرت اپنی سند (سلسلۃ الذہب) کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے تو جو بھی علم چاہتا ہو اسے چاہئے کہ دروازہ پر جائے۔



## صحیفۃ الرضا کا استناد

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اہلسنت کے معتبر علماء صحیفہ مذکورہ کی نسبت امام رضاؑ کی طرف درست سمجھتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں صحیفۃ الرضا کی روایات نقل کی ہیں، چنانچہ:۔

ا- شیرویہ دیلمی اپنی کتاب الفردوس کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے زمانے

والوں کو دیکھتا ہوں خصوصاً اپنے اہل شہر کو کہ انہوں نے حدیث اور اس کے اسناد سے اعراض کرلیا ہے۔ اور انہیں صحیح وسقیم کی معرفت نہیں رہی ہے، ان لوگوں نے ان کتابوں کو چھوڑ رکھا ہے جو ائمۂ دین نے عصر قدیم و جدید میں تصنیف کی ہیں اور ان مسندوں کو بھی چھوڑ دیا ہے جو انہوں نے فرائض، سنن، حلال وحرام، آداب ووصایا، امثال ومواعظ اور فضائل اعمال کے بیان کے لئے جمع کی ہیں---------- اور لوگ ان حدیثوں میں مشغول ہو گئے ہیں جن کی سندیں محذوف ہیں اور جن کو ناقلیں جانتے ہی نہ تھے، اور جو اصحاب حدیث میں سے کسی پر نہیں پڑھی گئی ہیں ----------لوگ ان روایات کے طالب ہو گئے ہیں کہ جن کو قصہ کہنے والوں نے گڑھ رکھا ہے تا کہ ان کے ذریعہ سے مشہور راستوں کی بیٹھکوں میں بیٹھ کر کچھ ٹکڑے حاصل کرلیں---------- مگر میں نے اپنی اس کتاب میں کچھ اوپر بارہ ہزار حدیثیں درج کی ہیں۔ بر سبیل اختصار چھوٹی چھوٹی حدیثوں میں سے، جن میں صحیح بھی ہیں غریب بھی اور فرد بھی اور علی بن موسیٰ الرضاؑ کے ان صحیفوں کی حدیثیں بھی ہیں جو پیغمبرؐ سے مروی ہیں۔''

۲۔علامہ زمخشری ربیع الابرار میں فرماتے ہیں ''یحیٰ بن حسین حسینی اسناد صحیفۃ الرضا کے لئے کہا کرتے تھے کہ اگر یہ اسناد مجنون کے کان میں پڑھ دی جائیں تو وہ اچھا ہو جائے۔''

۳۔سمعانی کتاب الانساب میں لفظ رضوی کی تشریح کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام کا تذکرہ کر کے کہتے ہیں "یروی صحیفه عن آبائه........آپ اپنے آباواجداد سے ایک صحیفہ کی روایت کرتے ہیں۔''



۴۔محب الدین طبری نے ریاض النضرہ اور ذخائر العقبیٰ دونوں کتابوں میں سے جا بجا صحیفۃ الرضا سے احادیث نقل کی ہیں وہ اس کی تعبیر مسند الرضا کے نام سے کرتے ہیں۔ریاض النضرہ کے دیباچہ میں جہاں اپنی کتاب کے ماخذوں کا ذکر کیا ہے وہاں اس صحیفہ کو بھی اپنا ماخذ ظاہر کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

''جزء یتضمن مسند الامام علیؑ........اهل بیت رضی الله تعالیٰ عنهم.''
یعنی اس کتاب کا ایک حصہ امام علی موسیٰ الرضا علیہ السلام کی مسند پر مشتمل ہے جو فضائل اہلبیت میں ہے۔ اگر ہم ان تمام احادیث کا یہاں تذکرہ کریں جو ریاض النضرہ اور ذخائر العقبیٰ

میں اس صحیفۂ مبارکہ سے اخذ کی گئی ہیں تو طول ہوگا جس کا دل چاہے دونوں کتابوں کا مطالعہ کرے۔

۵۔ ابراہیم وصابی نے اپنی کتاب الاکتفاء میں بہت سی حدیثیں صحیفۃ الرضاء سے اخذ کی ہیں اور محب طبری کی طرح وہ بھی اس کا نام مسند الرضا ظاہر کیا کرتے ہیں۔

۶۔ احمد بن فضل مکی نے وسیلۃ المآل میں بعض احادیث صحیفۃ الرضا سے نقل کی ہیں۔

۷۔ محمد عابد ابن احمد علی سندی اپنی کتاب حصر ارشاد میں فرماتے ہیں (جس میں انہوں نے کتب معتبرہ کی اسناد کو جمع کیا ہے):۔

واما الا ربعون من نسخه علی بن موسیٰ الرضا ............ الی الحافظ ابن حجر الخ"۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحیفۃ الرضا سے جو اربعین انہوں نے اخذ کی ہے اس کی روایت وہ ابن حجر عسقلانی سے ان کی سند کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ محمد عابد سندی بھی اہلسنت میں بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ ان کی جلالت قدر مولوی صدیق حسن کی ابجد العلوم دیکھنے والے پر واضح ہوسکتی ہے۔

صاحب عبقات رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے پاس صحیفۃ الرضا کے دو نسخے موجود ہیں جن میں سے ایک ابو الفتح قشیری نیشاپوری سے مروی ہے اور دوسرا صدر الدین عموی جوینی سے مروی ہے اور یہ دونوں حضرات اہلسنت کے بلند پایہ علماء میں سے ہیں۔

ابو الفتح قشیری کی جلالت قدر معلوم کرنے کے لئے تاج الدین سبکی کی طبقات شافعیہ اور صدر الدین حموی کا مرتبہ معلوم کرنے کے لئے معجم مختص، تذکرہ الحفاظ وعبر وتالیف ذہبی امرۃ الجنان یافعی، طبقات شافعیہ سنوی، نظم درالسمطین تالیف زرندی، توضیح الدلائل شہاب الدین احمد اور جواہر العقدین سمہودی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

امام رضا علیہ السلام نے صحیفۂ مبارکہ میں جن الفاظ کے ساتھ حدیث مذکور کی روایت کی ہے اس کا تذکرہ عاصمی اور ابن نجا کی روایات میں بھی آئندہ آئے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے صحیفہ والی حدیث کے الفاظ کے علاوہ دوسری لفظوں میں بھی اس حدیث کی روایت کی ہے چنانچہ علامہ ابن مغازلی کتاب المناقب میں فرماتے ہیں:۔

(حدیث کے الفاظ کا ترجمہ) علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خداؐ نے اے علیؑ میں مدینۂ علم ہوں اور تم دروازہ ہو، وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ خیال کرے کہ مدینہ تک پہنچ جائے گا دروازہ کے سوا کسی اور راستہ سے۔

امام رضا علیہ السلام اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے مسلسل جو روایات نقل فرماتے ہیں ذرا اس کی سند کی جلالت قدر کا بھی اندازہ کر لیجئے۔

منصور بن حسین آبی وزیر کتاب نثر الدرر میں امام علیہ السلام کے ورود نیشاپور کا واقعہ اور آپ سے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

قال احمد بن ابی حنبل لو قراء هذا الاسناد ............... قرا علیٰ مصروع فافاق

یعنی احمد بن حنبل امام کی سند حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر یہ اسناد کسی مجنون پر پڑھ دی جائے تو وہ اپنے مرض جنون سے اچھا ہو جائے اور عبدالرحمان بن ابی حاتم سے بھی اس طرح کے قول کی روایت کی گئی ہے۔ عبدالرحمان اپنے باپ سے اس کی حکایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس اسناد کو ایک مصروع پر پڑھا تو اسے افاقہ ہو گیا۔

امام رضا علیہ السلام کا نیشاپور کا واقعہ اور وہاں کے محدثین کی فرمائش و اصرار کہ حضور اپنی زبان مبارک سے اپنے جد امجد کی حدیث بیان فرما دیں بہت مشہور ہے جس کو ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں، نورالدین سمہودی نے جواہر العقدین میں، ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں، مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشانی نے مفتاح النجاۃ میں، عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی شرح میں اور بہت سے علماء اعلام نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ذیل میں اسے ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

"جب حضرت امام رضاؑ نیشاپور میں داخل ہوئے (جیسا کہ تاریخ نیشاپور میں ہے) اور اس کے بازار سے گزرے، آپ عماری پر سوار تھے جس پر پردے پڑے تھے، لوگوں کو آپ کا جمال مبارک نہیں دکھائی دے رہا تھا، اس وقت حافظان حدیث ابوزرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی سامنے آئے اور ان کے ساتھ طالبان علم وحدیث کا ایک اتنا بڑا گروہ تھا جو کثرت کی وجہ سے

ناقابل احصاء تھاان دونوں نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت ان کو اپنا جمال مبارک دکھائیں اوران کے لئے اپنے آباء طاہرین سے کسی حدیث کی روایت فرمائیں، حضرت نے اپنی سواری رکوائی اور اپنے غلاموں کو پردہ ہٹانے کا حکم دیا اور آپ نے ان لوگوں کی آنکھوں کو اپنی طلعت مبارکہ کی زیارت سے ٹھنڈا کیا آپ کے دو گیسو تھے جو کاندھوں پر پڑے ہوئے تھے اس وقت لوگوں کا یہ عالم ہوا کہ کوئی چیخیں مار رہا تھا کوئی رو رہا تھا کوئی خاک پر پچھاڑیں کھا رہا تھا کوئی آپ کے مرکب کے پیروں کو چوم رہا تھا اس وقت علماء چلائے اے لوگو! خاموش ہو جاؤ سب چپ ہو گئے دونوں حافظانِ حدیث جن کا اوپر ذکر ہوا انہوں نے حدیث لکھوانے کا مطالبہ کیا حضرت نے فرمایا مجھ سے میرے والد موسیٰ الکاظمؑ نے انہوں نے اپنے والد جعفر صادقؑ سے انہوں نے اپنے والد محمد باقرؑ سے انہوں نے اپنے والد زین العابدینؑ انہوں نے اپنے والد حسینؑ بن علیؑ سے انہوں نے اپنے والد علیؑ ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول خداؐ نے بیان فرمایا کہ ان سے جبریل نے کہا کہ میں نے رب العزت سے سنا ہے اس نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو یہ کلمات کہے گا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے قلعہ میں امن میں رہے گا پھر حضرت نے سواری کا پردہ ڈال دیا اور روانہ ہو گئے اس وقت وہ لوگ گنے گئے جو حدیث لکھنے کے لئے دواتیں اور کاغذ لے کر آئے تھے اور حدیث لکھ رہی تھے وہ بیس ہزار نفر سے زیادہ نکلے۔ اس کے بعد صاحب صواعق نے احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے کہ اگر یہ اسناد مجنون پر پڑھ دی جائیں تو وہ اپنے مرض جنون سے اچھا ہو جائے۔

صاحب مفتح النجاۃ نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شیخ کامل استاذ ابوالقاسم قشیری کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہی سند کے ساتھ بعض امراء سامانیہ تک پہنچی تو انہوں نے اسے سونے کے حروف سے لکھوایا اور وصیت کی کہ اسے ان کے ساتھ ان کی قبر میں دفن کیا جائے جب وہ مرے اور اُن کو خواب میں دیکھا گیا تو سوال کیا گیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا کہا لا الٰہ الا اللہ کہنے پر اور خلوص کے ساتھ محمد رسول اللہ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے اور اس لئے کہ میں نے اس حدیث کو تعظیما اور احتراما سونے کے حروف میں لکھوایا تھا خدا نے مجھے بخش دیا۔

ان بیانات سے آپ پر واضح ہو گیا کہ اہل علم کی نظر میں امام رضا علیہ السلام کی بیان کی ہوئی حدیث کتنی گرانقدر اور باعظمت ہوتی تھی اور حضرت کی زبان مبارک سے سن لینا ان کے لئے کس قدر اہمیت رکھتا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کی عظمت وجلالت کے سلسلہ میں کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے آپ سلسلہ عصمت کے آٹھویں امام تھے آپ کی جلالت قدر سنی اور شیعہ دونوں فرقوں میں مسلم ہے۔

یہاں پر چند علماء اہلسنت کے بیانات اپنے مخاطب کے اطمینان خاطر کیلئے درج کرتے ہیں:۔

ا۔ خواجہ پارسا فصل الخطاب میں لکھتے ہیں: (ترجمہ) ''موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسالت مآب ؐ کو خواب میں دیکھا اور آپ کے ہمراہ امیر المومنین بھی تھے حضرت ؐ نے فرمایا تمہارا فرزند ''علی'' نور خدائے عزوجل سے دیکھتا ہے اور حکمت کے ساتھ بولتا ہے وہ حق ہی کہتا ہے خطا نہیں کرتا وہ علم رکھتا ہے جاہل نہیں ہے وہ علم وحکمت سے پر کر دیا گیا ہے۔'' خواب کو شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنے رسالہ میں اور مولوی محمد مبین لکھنوی نے وسیلۃ النجاۃ میں اور مولوی ولی اللہ لکھنوی نے مرۃ المبین میں اور رشید الدین دہلوی نے ایضاح میں بھی لکھا ہے۔

خواجہ پارسا فصل انحطاب میں لکھتے ہیں:

**قیل لابی جعفر محمدبن علی الرضا ؑ ....... رضی بہاالموافقون.**

امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا گیا آپ کے والد ماجد کا نام مامون نے رضا رکھا تھا اور ان کو اپنی ولی عہدی کے لئے پسند کیا تھا تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ خدا نے آپ کا نام رضا رکھا تھا اس لئے کہ وہ آسمان میں رضائے خدا تھے اور زمین میں رضائے رسولؐ تھے۔ گزشتہ آباء میں آپ اس لقب کے ساتھ اس لئے مخصوص ہوئے کہ آپ کو مخالفین بھی اسی طرح پسند کرتے تھے جس طرح موافقین.......... امام محمد تقیؑ کے اس جواب کو ملا عبدالرحمان جامی نے شواہد النبوۃ میں اور شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے جو انہوں نے فضائل واحوال ائمہ میں فصل انحطاب سے نقل کیا ہے اور مولوی محمد مبین لکھنوی نے وسیلۃ النجاۃ میں اور مولوی ولی اللہ نے مراۃ المومنین میں بھی لکھا ہے:

اس کے پہلے امیر المومنین علیؑ اور علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ کے متعلق گفتگو گزر چکی ہے اور علی بن موسیٰ الرضاؑ ان کے تیسرے ہیں۔ جو شخص نظر غور وفکر سے دیکھے گا تو ان کو در حقیقت انہیں دونوں بزرگواروں کا وارث پائے گا اور یہ فیصلہ کرے گا کہ یہ ان دونوں علیؑ کے تیسرے ہیں، آپ کا ایمان نمو کرتا رہا۔ آپ کی شان بلند اور منزل اونچی ہوئی امکان وسیع ہوا۔ مددگار زیادہ ہوئے۔ آپ کا برہان ظاہر ہوا۔ یہاں تک کہ خلیفہ مامون نے آپ کو اپنی جان کی جگہ رکھا آپ کو اپنی مملکت میں شریک بنایا اور اپنا امر خلافت آپ کے سپرد کیا اور برملا آپ کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد کر دیا آپ کے فضائل بلند اور صفات روشن تھے۔ مکارم حتمی تھے۔ خصائل اخذمی تھے۔ اخلاق عربی تھے۔ نفس شریف ہاشمی خاندان مبارک نبوی تھا۔ آپ کے جتنے فضائل گنوائے جائیں آپ اس سے عظیم ہوں گے اور آپ کے مناقب کی جتنی تفصیل کی جائے آپ کا مرتبہ اس سے زیادہ بلند ہوگا۔"

صواعق محرقہ (ص ۱۲۵) میں آپ کے تذکرہ میں ہے:۔

ترجمہ: آپ اُن سب میں ذکر کے لحاظ سے ممتاز تر اور قدر کے لحاظ سے جلیل تر ہیں اور اسی لئے مامون نے آپ کو جان کی منزلت پر رکھا اور آپ سے اپنی لڑکی بیاہی آپ کو اپنی مملکت میں شریک کیا اور اپنی خلافت کا امر آپ کے سپرد کیا کیونکہ مامون نے ۲۰۱ھ میں اپنے ہاتھ سے ایک عہد نامہ لکھا تھا کہ علی رضاؑ ان کے ولی عہد ہیں اور اس پر ایک جماعت کثیر کی گواہیاں درج کرائی تھیں مگر حضرت کا انتقال اس کے پہلے ہی ہو گیا۔ (زہر دغا سے شہید کیا گیا)۔ تذکرہ خواص الامہ سے اس عہد نامہ کے الفاظ لکھے جاتے ہیں جو مامون نے ولی عہدی امام علیہ السلام کے لئے لکھا تھا۔

"جب سے مجھے خلافت ملی میں برابر غور کرتا رہا کہ (اپنے بعد) کس کی گردن میں قلاوہ ڈالوں اور ایسے شخص کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا جس کو ولی عہد بناؤں۔ میں نے کسی کو نہ پایا جو اس کی صلاحیت رکھتا سوائے ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا کے۔۔۔۔۔۔۔ یہ اس لئے کہ میں نے ان کے فضل بارع اور علم نافع اور ان کے ظاہری و باطنی ورع کو دیکھا اور یہ کہ وہ دنیا اور اہل دنیا سے بے تعلق ہیں اور آخرت کی جانب مائل ہیں اور اسی کو مقدم کئے ہیں میرے نزدیک ثابت ہو گیا اور مجھے یقین حاصل ہو گیا اس سلسلہ میں اس پر جس پر لوگوں کی بیان کی ہوئی خبریں متفق ہیں اور

زبانیں بھی متحد ہیں (یعنی یہ کہ امام رضا اوصاف مذکورہ رکھتے ہیں) لہٰذا میں نے ان کے لئے ولایت عہد کا منصب طے کر دیا ہے اس معاملہ میں خدا کے استخارہ پر اعتماد کرتے ہوئے اور مسلمانوں کی بھلائی پر نظر کر کے اور دینی شعائر کے قائم کئے جانے کو مقدم قرار دے کر............اور اس دن اپنی نجات حاصل کرنے کے لئے جب لوگ رب العالمین کی بارگاہ میں محاسبہ کے لئے کھڑے ہوں گے۔"

یہ مسلمانوں کے اس خلیفہ کے قلم کے نکلے الفاظ ہیں جو سلطنت بنی عباس میں دینی علوم کا ماہر خلیفہ گزرا ہے اور جس کی ذات سے عامۃ المسلمین کی بڑی عقیدتیں وابستہ ہیں وہ بغیر کسی دباؤ کے ایک بڑی سلطنت کا حکمراں ہوتے ہوئے امام علیہ السلام کے متعلق جن خیالات کا اظہار کر رہا ہے وہ بڑی قیمت رکھتے ہیں جبکہ امام علیہ السلام کا تعلق اس خانوادہ سے ہے جس کو خلفاء عموماً اپنا حریف سمجھا کئے اس سے کم از کم یہ تو ضرور واضح ہو گیا کہ خدا اپنے منصب کے لئے جن مخصوص افراد کو چنتا ہے اہل دنیا بھی اس کی جلالت وصلاحیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ آپ کا واقعہ بھی بعینہٖ اسی طرح کا ہے جس طرح آپ کے جد امجد کو تمام مسلمانوں نے خلافت قبول کرنے کے لئے مجبور کیا اور بالآخر بیعت کر ہی لی اور یوں خدائی انتخاب پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت کر دی۔

اگرچہ یہ افسوس ناک حقیقت اپنی جگہ محفوظ ہے کہ مامون آخر تک اس خیال پر بمقتضائے "الملک عقیم" برقرار نہ رہ سکا اور امامؑ کو جام شہادت نوش فرمانا پڑا۔ لیکن "الفضل ماشهدت به الاعداء" عہد نامہ کے الفاظ آج ہمارے احتجاج کے لئے کافی ہیں اور امام کی جلالت قدر کا ایک شمہ واضح کرنے میں مدد پہنچا سکتے ہیں۔

(۳) عبدالرزاق ابن ہمام بن نافع صنعانی نے بسند صحیح اس حدیث کی روایت جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے کی ہے چنانچہ ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین (جلد سوم) میں تحقیق وتصحیح حدیث مذکور کے بعد لکھتے ہیں:۔

"ولهذا الحديث شاهد من حديث سفيان ثوری............ فمن اراد العلم فليأت الباب.

یعنی اس حدیث کا ایک اور شاہد سفیان ثوری بھی ہے جو صحیح اسناد سے مروی ہے مجھ سے ابوبکر علی

بن محمد بن علی فقیہ شاشی نفال نے بخارا میں بیان کیا اور میں نے ان سے سوال کیا تھا انہوں نے کہا مجھ سے نعمان بن ہارون بلدی نے بلد میں اپنی اصل کتاب سے بیان کیا کہ مجھ سے احمد بن عبداللہ بن یزید حرانی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے عبداللہ عثمان بن خثیم سے نقل کیا انہوں نے عبدالرحمان بن عثمان تیمی سے انہوں نے کہا کہ میں نے جابر ابن عبداللہ کو کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا "میں مدینۂ علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے تو جس کو علم چاہئے ہو اسے دروازہ پر آنا چاہئے۔"

عبدالرزاق سے اس حدیث کو سند مذکور کے ساتھ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں بھی لکھا ہے اور ابن المغازلی کی کتاب المناقب ابن عساکر کی تاریخ دمشق، حافظ گنجی کی کفایت الطالب کا مطالعہ کرنے والے کے لئے بھی یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

چونکہ مودودی صاحب نے اپنے اعتراض میں علامہ حاکم نیشاپوری کی کتاب مستدرک کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی اس روایت کے رجال پر بھی تھوڑی گفتگو کی جائے تاکہ مودودی صاحب کے اعتراضات کی حقیقت صاحبان نظر کے سامنے واضح ہو جائے۔

سب سے پہلے ابو عبداللہ حاکم صاحب المستدرک علی الصحیحین کی حیثیت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

عبدالناصر ابن اسماعیل تاریخ نیشاپور میں لکھتے ہیں:-

ابو عبدا للہ الحاکم.........................وہ اپنے زمانہ میں اہل حدیث کے امام تھے اور حدیث کے پورے پورے عارف تھے۔

پھر لکھتے ہیں:..........واختص بصحبۃ..........ویعرفون لہ الحرمۃ الاکیدہ۔

یعنی وہ اپنے امام وقت ابو بکر ضبی کے ساتھ مخصوص تھے ان سے جرح وتعدیل وتعلیل کے سوالات میں مراجعہ کرتے تھے اور حبالی وابو علی ماسرخصی کے سے علماء سے مذاکرہ کا موقع ملا۔ ان کو اتنی تصانیف کا اتفاق ہوا جو ہزاروں جز کے قریب ہوں گی جن میں تخریج علی الصحیحین تاریخ نیشاپور کتاب مزکی الاخبار اور المدخل الی علم علم الصحیح، کتاب الاکلیل اور فضائل الشافعی وغیرہ ہیں اور میں

نے اپنے مشائخ سے سنا ہے وہ حاکم کے زمانہ کے تذکرہ کرتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ ان کے عصر کے وہ لوگ جو اپ اپنے فن میں مقدم تھے جیسے صعلوکی اور ابن فورک اور دوسرے ائمہ ان کو اپنے اوپر مقدم کرتے تھے اور ان کے حق فضیلت کی رعایت کیا کرتے تھے اور ان کی بہت حرمت مدنظر رکھتے تھے۔ پھر حاکم کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

**هذه جمل يسيرة ........... ولم يخلف فى وقته مثله.**

یہ چند جملے تھے جو ان کی سیرت واحوال کا ایک شمہ ہیں اور جو شخص ان کی تصانیف میں ان کے کلام میں تامل کرے گا ان کے امالی میں ان کے تصرفات اور طرق حدیث میں ان کی نظر کو دیکھے گا اور ان کے فضل کا معترف ہوگا اور اس کا قائل ہوگا کہ وہ اپنے ماقبل والوں پر بھی فوقیت رکھتے تھے اور انہوں نے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا اور عاجز کر دیا اس امر سے کہ وہ ان کی منزلت تک پہنچ سکیں۔ انہوں نے قابل مدح زندگی بسر کی اور اپنا مثل نہیں چھوڑا۔

عبدالوہاب سبکی طبقات شافعیہ میں لکھتے ہیں:۔

**الحافظ ابو عبدالله المعروف ........... على امامته وجلالته وعظمة قدره.**

ابوعبداللہ الحاکم معروف بہ ابن البیع علوم حدیث میں صاحب تصانیف ہیں ان کی تصانیف میں تاریخ نیشاپور بھی ہے جو میری نظر میں فقہاء کے لئے نافع ترین تاریخ ہے۔ جو اس کتاب کا مطالعہ کرے گا اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص (حاکم) کو تمام علوم میں کس قدر تفنن تھا ان کی تالیفات میں المستدرک علی صحیحین، علوم الحدیث، کتاب مزکی الاخبار، کتاب الاکلیل، کتاب فضائل الشافعی وغیرہ ہیں، وہ امام جلیل اور حافظ پختہ کار تھے ان کی امامت وجلالت اور عظمت قدر بالاتفاق مسلم ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ تنہا نیشاپور میں ان کے وہ شیوخ جن سے انہوں نے حدیث سنی تھی تقریباً ایک ہزار تھے پھر ان کے بعد قاضی ابوبکر حیری کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ان سے صالحین میں سے ایک مرد بزرگ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا اور ان سے عرض کی کہ یارسول اللہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا ہے "**ولدت فى زمان الملك العادل**" میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں۔ مگر میں نے حاکم سے اس حدیث کے

متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا یہ جھوٹ ہے رسول خدا نے یہ نہیں ارشاد فرمایا ہے تو حضرت نے جواب دیا کہ ابو عبد اللہ (الحاکم) نے سچ کہا۔

پھر سبکی ابو حازم کا قول یوں نقل کرتے ہیں: نیشا پور میں مسلم بن حجاج کے بعد علم حدیث میں سب سے پہلے ابراہیم بن ابو طالب مشہو ہوئے مگر ان کی ٹکر کے نسائی اور جعفر فریابی تھے پھر ابو حامد ابن السرفی کی شہرت ہوئی، ان کی جوڑی کے ابو بکر بن زیاد نیشا پوری اور ابو العباس بن ابو سعید تھے پھر ابو علی الحافظ گزرے ان کے مقابلہ کے ابو احمد غشانی ابراہیم بن حمزہ ہوئے پھر ابو الحسین لجاج اور ابو احمد حازم کا زمانہ تھا اور انہیں کے زمانہ میں ان کی ٹکر کے ابن عدی ابن مظفر اور دار قطنی تھے مگر ابو عبد اللہ الحاکم ہمارے زمانہ میں فرد فرید ہیں، حجاز، شام، عراقین، جبال، رے، جبرستان، قومس، تمام خرسان اور ماوراء النہر میں ان کی ٹکر کا ایک نہیں ہے۔ یہ ابو حازم کا تبصرہ حاکم کی زندگی میں ان کے فضل وکمال کے متعلق تھا جس کے آخر میں وہ کہتے ہیں کہ خدا ہم کو اس نعمت پر شکر ادا کرنے والوں میں قرار دے۔

ابو حازم کہتے ہیں کہ انہوں نے حاکم کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے آب زمزم پی کر خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے حسن تصنیف کرامت فرمائے۔

سبکی اپنی عبارت کے آخر میں کہتے ہیں کہ محمد بن طاہر کا بیان ہے کہ میں مکہ میں حافظ سعد زنجانی سے ملا اور ان سے کہا کہ چار حفاظ ہم عصر ہیں ان میں احفظ کون ہے انہوں نے کہا وہ چار کون ہیں میں نے کہا بغداد میں دار قطنی مصر میں عبد الغنی، اصفہان میں ابن مندہ اور نیشا پور میں ابو عبد اللہ الحاکم، یہ سن کر زنجانی نے سکوت اختیار کیا میں نے ان سے اصرار کیا تو انہوں نے کہا دار قطنی ان سب میں علل کے اعلم ہیں، عبد الغنی انساب کے اعلم ہیں ابن مندہ حدیث میں سب سے زیادہ ہیں اور معرفت تامہ بھی ہے اور حاکم تصانیف کے لحاظ سے سب سے اچھے ہیں۔

ابو عبد اللہ الحاکم ابو مہدی عیسیٰ کے شیوخ میں تھے، ابو مہدی مقالید الاسانید میں ان کی کتاب المستدرک علی صحیحین کو جس سے ہم نے حدیث مدینہ نقل کی ہے صحیح ابی عبد اللہ الحاکم کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے اپنے مستدرک کا ایک حصہ حاکم کے سامنے پڑھ کر اس کا اجازہ حاصل کیا تھا۔

اور کروی کے مشائخ میں بھی ہیں وہ اپنی کتاب الامم میں لکھتے ہیں:

المستدرک للحاکم ........ عن الحاکم بہ ویسائر کتبہ.

یہی حاکم عجیمی کے مشائخ اجازہ میں بھی ہیں جیسا کہ تاج الدین السبکی کی کتاب کفایۃ المطلع سے واضح ہوتا ہے انہوں نے بھی ان کی مستدرک کا ''صحیح الحاکم ابی عبداللہ'' کے عنوان سے تذکرہ کیا ہے۔

نیز عبداللہ بن سالم بصری کے بھی مشائخ اجازہ میں ہیں چنانچہ سالم بن عبداللہ نے امداد میں لکھا ہے:۔

واما المستدرک للحاکم ........

فخر الدین رازی نے بھی تصریح کی ہے کہ حاکم ان محدثین میں ہیں جو علم کے لحاظ سے ان سے بہت زیادہ ہیں اور قوت میں سندِ قوی ہیں اور علم حدیث میں تحقیق کے لحاظ سے سب میں شدید تر ہیں اور شیخین کے بعد دار قطنی ابونعیم بیہقی، جوزئی، خطیب کے سے علمی سر برآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ یہاں تک کہ فخر الدین رازی امام شافعی کی جلالت قدر ثابت کرنے کے لئے اس بات سے تمسک کرتے ہیں کہ حاکم ان کی بڑی تعظیم و تجلیل ظاہر کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حاکم کے فضائل و محامد جو اہلسنت کے معتبر علماء کی کتابوں میں درج ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے اور ان کی کتاب مستدرک جس میں انہوں نے مسلم و بخاری کے شرائط ملحوظہ کو پیش نظر رکھ کر احادیث صحیحہ کو جمع کیا ہے محدثین کی نظر میں بڑی عظمت سے دیکھی جاتی ہے، حاکم کے متعلق اتنا لکھنے کے بعد اب ہم اس حدیث کی سند کی طرف توجہ کرتے ہیں جس کے راوی عبدالرزاق ہیں اور جسے حاکم نے مستدرک میں درج کیا ہے۔

عبدالرزاق بن ہمام کی جلالت قدر بھی علماء اہلسنت میں اتنی مسلم ہے کہ ان کی توثیق نقل کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ صحاح ستہ ان کی بیان کی ہوئی روایات سے مملو ہیں۔ علم حدیث میں امام الائمہ سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کے بعد کسی کے پاس اتنے لوگ دور دراز مقامات سے سفر کر کے نہیں گئے جتنے عبدالرزاق کے پاس گئے مراۃ الجنان میں یافعی لکھتے ہیں۔

**وفی السنة المذکورة.......... وعلی المدین ومحمود بن غیلان.**

سن مذکورہ یعنی دو سو گیارہ میں حافظ علامہ جن کی جانب آفاق ارض سے لوگ کوچ کر کے (برائے طلب حدیث) آتے تھے شیخ امام عبدالرزاق بن ہمام یعنی صنعانی حمیری صاحب مصنفات نے چھیاسی برس کی عمر میں انتقال کیا، معمر اور ابن جریح اور اوزاعی اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے روایت کرتے تھے کہا گیا ہے کہ بعد رسول خدا کے کسی کے پاس اتنے لوگ کوچ کر کے طلب حدیث کے لئے نہیں آئے جتنے ان کے پاس آئے ان سے ائمہ اسلام میں سے ایک بہت بڑی جماعت روایت کرتی ہے منجملہ ان کے ابن عینیہ، امام احمد یحییٰ بن راہویہ، علی مدینی اور محمود بن غیلان ہیں۔

درج بالا روایت کے ایک جلیل القدر راوی امام احمد بن حنبل ہیں جنہوں نے آٹھ طرق سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور جن کا حوالہ مشہور شیعہ عالم صاحب تصنیفات کثیرہ، محدث، متکلم جناب محمد بن علی بن شہر آشوب نے نقل کیا ہے۔ شہر آشوب کی وثاقت کیلئے ہم بہت ہی اختصار سے معروف علماء کی رائے درج کرتے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی بغیة الوعاة میں آپ کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔

**محمد بن علی بن شهر.......... وثمانین وخمس ماة.**

شمس الدین داؤدی شاگرد سیوطی طبقات المفسرین میں آپ کی جلالت قدر کو حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔

**محمد ابن علی بن شهر آشوب.......... بالفتح والشیعی بالضم.**

ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں جناب ابن شہر آشوب مازندرانی کے متعلق یوں گہر افشانی کرتے ہیں:۔

**محمد بن علی بن شهر اشوب.......... کثیر الخشوع مات فی شعبان ٥٨٨ھ.**

مجد الدین فیروز آبادی کی کتاب البلغة سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں:۔

**محمد بن علی بن شهر اشوب ابو جعفر..........ماة سنة الا شره الشهر مات ٥٨٨.**

حضرات علماء اہلسنت کی عبارات سے جناب علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کی جلالت قدر آپ

کی خدا پرستی آپ کا علمی تجران کی نظر میں آپ کا محل وثوق واعتبار ہونا صاف ظاہر ہے۔لہذا یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ ممدوح نے احمد بن حنبل کی طرف اس حدیث کے آٹھ طرق سے روایت کرنے کی نسبت بلا وجہ دیدی ہو۔

احمد بن حنبل فضائل جناب امیر علیہ السلام میں جس حدیث کی روایت کریں وہ علماء کی نظر میں کس پایہ کی ہے اسے معلوم کرنے کے لئے اخطب خوارزم کی کتاب مناقبِ امیر المومنین، محمد بن یوسف کنجی کی کفایۃ الطالب اور سبط ابن جوزی کی تذکرہ خواص الامہ پڑھنے کی زحمت فرمائیے۔

احمد بن حنبل کی عامہ مسلمین میں عظمت وجلالت قدر صرف اس سے واضح ہوتی ہے کہ آپ ان چار مشہور مجتہدین اور ائمہ میں سے ایک ہیں جو اہل سنت کے مرجع تقلید و محل عقیدت ہیں۔

عبدالحق دہلوی رجال مشکوۃ میں احمد بن حنبل کے حالات کے ذیل میں فرماتے ہیں:

قال المیمونی قال لی...... وجد انصارا وان احمد لم یجد ناصرا۔

اس عبارت نے تو احمد بن حنبل کو ابو بکر بن ابی قحافہ سے بھی بڑھا دیا اور ان کی خدمتوں کے مقابلہ میں احمد کی خدمات فوقیت لے گئیں۔

عباد ابن یعقوب رواجنی اسدی نے اس حدیث کی روایت کی ہے جیسا کہ آئندہ تاریخ خطیب بغدادی اور کفایۃ الطالب کنجی کی تصریحات سے واضح ہوگا۔صاحبان نظر پر مخفی نہیں ہے کہ عباد بن یعقوب بڑے پایہ کے عالم مانے جاتے ہیں اور بخاری صاحب صحیح اور ترمذی وابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں۔

چنانچہ عبدالغنی حنبلی کتاب معرفۃ الرجال میں لکھتے ہیں: رویٰ عنہ البخاری والترمذی وابن ماجہ اور ان کی شیعیت کے اقرار کے باوجود انہیں اکثر علماء رجال نے ثقہ اور صدوق کہا ہے چنانچہ کاشف میں ذہبی لکھتے ہیں وثقہ ابو حاتم ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے۔ابن حجر عسقلانی بھی تہذیب میں ان کی توثیق ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں اور مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: عباد بن یعقوب الرواجنی الکوفی ابو سعید رافضی مشہور الا انہ کان صدوقا وثقہ ابو حاتم۔

ابو حاتم کے علاوہ ابن خزیمہ نیشاپوری نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔

ابو حاتم اور ابن خزیمہ دونوں اپنے فن کے مشہور عالم اور حضرات اہلسنت ان کو بہت جلیل القدر اور عظیم المنزلت سمجھتے ہیں جیسا کہ کتب رجال کے دیکھنے سے واضح ہو سکتا ہے۔

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی نے اپنی مشہور کتاب صحیح ترمذی میں اس کی روایت کی ہے۔

محمد بن مبارک معروف بہ ابن اثیر جزری نے جامع الاصول میں لکھا ہے:

"علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ............ وعلی بابها اخرجه الترمذی اور

محمد ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں لکھا ھے:

ولم یزل ای علی علیه السلام............ انا مدینة العلم وعلی بابها.

اسی کتاب میں دوسری جگہ ترمذی کی روایت کا یوں تذکرہ کیا ہے۔

ومن ذلک ماروا ہ............ قال انا مدینة العلم وعلی بابها.

سیوطی تاریخ الخلفاء میں روایت کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

واخرج الترمذی والحاکم............ هٰذا حدیث حسن علی الصواب.

چنانچہ علامہ حلی نے نہج الحق میں فرمایا ہے

روی الترمذی فی صحیحه............ انا مدینة العلم وعلی بابها.

ابن روز بہان نے اس کے جواب میں یہ عبارت لکھی...... و اما ماذکرہ من صحیح الترمذی فصحیح یعنی علامہ نے جو حدیث مدینہ العلم صحیح ترمذی سے نقل کی ہے وہ صحیح ہے۔

میبدی اپنی کتاب فواتح میں فرماتے ہیں:

وبحکم انا مدینة العلم و علی بابها کہ در جامعه ترمذی مسطور است و انا میزان الحکمة وعلی لسانه.

صاحب تحفہ اور مولوی مودودی صاحب دونوں نے ترمذی کی طرف یہ نسبت دی ہے کہ وہ اس حدیث کو منکر غریب کہتے ہیں حالانکہ گزشتہ علماء نے ترمذی کی روایت کا حوالہ دیا ہے اور ان کی اس رائے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔

صاحب مطالب السئول نے تو دو جگہ اس حدیث کو ترمذی سے بعنوان استدلال و احتجاج نقل کیا ہے اگر ترمذی نے اس حدیث میں قدح کی ہوتی تو ابن طلحہ ایسے جلیل القدر مؤلف

ان کی روایت سے استدلال کیسے کرتے؟

ابن تیمیہ نے باوجود یکہ خود اس حدیث کو ضعیف اور کمزور ظاہر کیا ہے اور ابن جوزی کا قول اس کے موضوع ہونے کے متعلق بھی نقل کیا ہے لیکن ترمذی کی طرف اس کی روایت کی نسبت دے کر یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ ترمذی نے بھی اس میں قدح کی ہے اگر ترمذی کی قدح کی کوئی اصلیت ہوتی تو وہ اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے اور ترمذی کی روایت کے تذکرہ کے بعد ضرور لکھتے کہ اگرچہ ترمذی نے اس کی روایت کی ہے لیکن خود انہوں نے اس کو منکر و غریب کہا ہے۔ ابن تیمیہ کی عبارت منہاج السنۃ میں حسب ذیل ہے۔

وحدیث انا مدینة العلم ......... ان سائر طرقة موضوعة.

حدیث مدینۃ العلم بہت ضعیف اور کمزور ہے اور اسی لئے اس کا شمار موضوعات میں کیا جاتا ہے اگرچہ ترمذی نے اس کی روایت کی ہے۔ ابن جوزی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ اس کے تمام طرق موضوع ہیں۔

عبارت مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ کو اس حدیث شریف کو موضوع ثابت کرنے سے کتنی دلچسپی ہے لیکن اس کے باوجود وہ ترمذی کی روایت کا اعتراف کرتے ہیں اور ترمذی کا کوئی قول اس کی قدح کے متعلق نہیں لکھتے۔

گزشتہ حوالوں کے علاوہ چند کتابوں کی مزید عبارتیں ملاحظہ فرمائیے یہ سب بالاتفاق ترمذی کی روایت نقل کرتے ہیں لیکن ان کی قدح کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے۔

محمد بن یوسف شامی سبیل الہدیٰ والرشاد میں تحریر فرماتے ہیں جب کہ وہ جناب رسالت مآبؐ کے القاب کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

مدینة العلم روی ......... انه حدیث حسن.

اس عبارت میں ترمذی کی روایت کا تذکرہ کرنے کے بعد مؤلف نے یہ جملہ لکھ دیا ہے کہ والصواب انہ حدیث حسن۔ یعنی حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اس حدیث کو ترمذی سے نقل کیا ہے اور ترمذی کی قدح کا کوئی ذکر نہیں کیا، اگر اس کی کوئی اصلیت ہوتی تو وہ ضرور ظاہر کرتے۔

مرزا مخدوم نے نواقض میں بغیر کسی ردو قدح کے ترمذی کی اس روایت کو درج کیا ہے، شیخ بن عبداللہ عیدروس یمنی نے العقد النبوی میں، محمود بن محمد شیخانی قادری نے الصراط السوی میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے اسماء رجال المشکوٰۃ میں، نورالدین شبراملسی نے تیسر المطالب السنیۃ میں، ابراہیم کردی کورانی نے النبراس میں، زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ میں، محمد بن علی الصبیان المصری نے اسعاف الراغبین میں، شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں، علامہ عجیلی نے ذخیرۃ المال میں ترمذی سے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے اور کسی نے بھی ان کی قدح کا ذکر نہیں کیا ہے۔

سابق میں اس کا بھی ذکر کیا جاچکا ہے کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لمعات میں تصریح کی ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

النکت البدیعات میں سیوطی نے ابن جوزی کے موضوعات پر نقد کیا ہے اس میں حدیث مدینہ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ علیؑ، ابن عباسؓ اور جابرؓ کی روایت کو پھر اس کے بعد سیوطی اس کی رد میں کہتے ہیں:

قلت حدیث علی ............ وحدیث جابر اخرجه الحاکم.

اس عبارت میں بھی ترمذی کی روایت کا تذکرہ ہے لیکن ان گی جرح وقدح کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ لئالی مصنوعہ میں بھی سیوطی نے ابن جوزی کی قدح کا ذکر کرنے کے بعد اس کی رد اس طرح کی ہے:

قلت حدیث علی ............ اخرج الحاکم فی المستدرک.

شوکانی فوائد مجموعہ میں اس حدیث شریف پر ایراد کرنے والوں کے جواب دیتے ہوئے بھی ترمذی کی روایت کا ذکر کرتے ہیں۔ اگر خود ترمذی قادحین میں ہوتے تو جوابقدح میں ان کے قول سے کیسے تمسک کیا جاسکتا۔

مذکورہ بالا شواہد کے بعد اربابِ نظر خود انصاف سے فرمائیں کہ ترمذی کی جانب قدح کی نسبت کیا وقعت رکھتی ہے۔

ترمذی کی جلالت قدر ظاہر کرنے کے لئے شواہد پیش کرنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی، اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی کتاب اہلسنت کی مشہور صحاح ستہ میں سے ایک ہے اور وہ اپنے فن میں مسلم الثبوت امام مانے جاتے ہیں۔

ابو علی حسین بن فہم بغدادی نے اس کی دو سندوں سے روایت کی ہے چنانچہ حاکم مستدرک میں یحییٰ ابن معین کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"حدثنا بصحة ماذکره الامام ابو زکریا.......... فهم بن عبدالرحمٰن ثقه مامون حافظ".

ابن فہم کی جلالت واضح کرنے کے لئے اس عبارت کے آخر میں حاکم کے الفاظ بہت کافی ہیں۔

ذہبی نے العبر فی خبر میں واقعات ۲۸۹ھ میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی ان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں

"وفیها الحسین ابن محمد .......... یحییٰ بن معین وروی الطبقات عن ابن سعد."

ابوبکر احمد بن عمرو بصری معروف بہ بزاز نے اسکی راویت کی ہے، ابراہیم بن حسن کردی "نبراس" میں لکھتے ہیں:-

و اما انه باب مدینه العلم.......... عبدالله والترمذی والحاکم عن علی.

بزاز کی روایت الصواعق المحرقہ، العقد النبوی، نزل الابرار، مفتاح النجاۃ، اسعاف الراغبین، وسیلۃ النجات، السیف المسلول میں بھی مذکور ہے۔ ابوبکر بزاز کی منزلت کیا ہے اس کے معلوم کرنے کے لئے ابونعیم کی تاریخ اصفہان، ذہبی کی دول الاسلام، سیوطی کی طبقات الحفاظ اور محمد بن امیر ازہری کا رسالہ اسانید ملاحظہ فرمایا جائے۔ خود صاحب کتاب نے بھی باب امامت میں ان کو عمدۃ المحدثین کے لقب سے فرمایا ہے۔ اور تحفہ میں جابجا بزاز کی روایات سے تمسک کیا ہے۔

ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے دو سندوں سے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے اور حدیث مدینۃ العلم اور حدیث دار الحکمہ دونوں کو ایک قرار دے کر اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ

کیا ہے۔

سیوطی نے جمع الجوامع میں پہلے تو انادار الحکمۃ وعلی بابھا کو ترمذی، ابن جریر اور ابو نعیم سے نقل کیا ہے پھر لکھتے ہیں:۔

**وقال ابن جرير هذا خبر صحيح.......... الفقهاء من جملة المجتهدين.**

اگر ان کے فضائل کا مطالعہ مطلوب ہو تو تاریخ بغداد ابن جزلہ بغدادی، کتاب الانساب سمعانی، معجم الادباء یاقوت حموی، تہذیب الاسماء نووی، منہاج ابن تیمیہ، تذکرۃ الحفاظ اور العبر ذہبی، اور اسی طرح کی دوسری کتابوں کی ورق گردانی کیجئے۔

☜ ابوبکر محمد بن محمد باغندی واسطی بغدادی نے بھی حدیث مدینۃ العلم کی روایت کی ہے۔ چنانچہ ابن مغازلی کی کتاب المناقب میں ان کی روایت کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں۔

**اخبرنا محمد بن احمد بن عثمان.......... البيوت الا من ابوابها.**

باغندی کس مرتبہ کے بزرگ ہیں اس کے لئے کتاب الانساب سمعانی، تذکرۃ الحفاظ اور العبر، دول الاسلام ذہبی و طبقات الحفاظ سیوطی ملاحظہ فرمایئے۔

☜ محمد بن یعقوب یوسف نیشاپوری اصم بھی اس حدیث کی روایت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

ابوعبداللہ الحاکم المستدرک میں فرماتے ہیں۔

**حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد.......... وهو ثقة مامون.**

ابن المغازلی اپنی کتاب المناقب میں محمد بن یعقوب الاصم کی روایت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:۔

**اخبرنا ابو القاسم الفضل.......... فمن اراد العلم فليات الباب**

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے عصر کے بلا اختلاف محدث تھے اور ان کی سچائی اور ان کی سنی ہوئی حدیثوں کی صحت میں بھی اختلاف ہی نہیں کیا گیا۔

ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے، اس میں بھی لکھا ہے:۔

**الاصم الامام الثقة محدث الشرق.......... وكان محدث عصره بلا مدافعة.**

☜ ابوالحسن محمد بن احمد تمیم الخیاط القنطری البغدادی بھی اس حدیث کی روایت کا

شرف حاصل کرتے ہیں۔ وجہ دہم میں مستدرک الحاکم کا جو حوالہ گذرا ہے اس کے دیکھنے سے اس کی تصدیق ہو جائے گی اور آئندہ بھی اس کے حوالے آئیں گے۔

ان کا تذکرہ بھی سمعانی نے کتاب الانساب نسبت قنطری کے ذیل میں کیا ہے۔

ابوبکر بن عمر بن محمد بن مسلم تمیمی بغدادی نے جو ابن الجعابی کہلاتے ہیں اس حدیث شریف کی چھ طرق سے روایت کی ہے۔

چنانچہ علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب آل ابی طالب میں اس حدیث شریف کے تذکرہ کے وقت تحریر فرمایا ہے۔

القاضی الجعابی من ستہ طرق.

ابن الجعابی بقول سیوطی (طبقات الحفاظ) یکتائے روزگار تھے اوران کے لئے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ معرفت علل وثقات رجال وتواریخ میں امام تھے:۔

ابوالقاسم سلیمان ابن احمد بن ایوب الطبرانی نے اپنے المعجم الکبیر میں اس حدیث کی ابن عباسؓ سے روایت کی ہے چنانچہ اس کتاب سے نقل کیا گیا ہے:۔

ثنا الحسن بن علی المعمری و محمد بن علی.................العلم فلیاتہ من بابہ.

ابن حجر کا جو قول سیوطی نے قوت المغتذی میں نقل کیا ہے اس سے اور جمع الجوامع وقول جلی میں خود سیوطی کے قول سے بھی طبرانی کا ابن عباس سے اس حدیث کا روایت کرنا واضح ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ کنز العمال علی متقی منزل الابرار ومفتاح النجاۃ بدخشانی، وسیلۃ النجاۃ ملا مبین، مرأۃ المومنین مولوی ولی اللہ میں بھی طبرانی کی اس روایت کا حوالہ موجود ہے۔

مذکورۂ بالا الفاظ کے علاوہ دوسرے لفظوں میں بھی طبرانی نے ابن عباس سے اس کی روایت کی ہے۔

جواہر العقدین سمہودی وکنز العمال علی متقی میں بھی طبرانی کی اس روایت کا حوالہ موجود ہے۔

طبرانی نے معجم اوسط میں اس حدیث کی جابر بن عبداللہؓ سے بھی روایت کی ہے۔

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں بسلسلہ فضائل جناب امیرؑ لکھتے ہیں:۔

الحدیث التاسع اخرج البزاز و الطبرانی.........انا مدینۃ العلم وعلی بابھا.

اور شیخ یمنی عقد نبوی میں فرماتے ہیں:۔

واخرج البزار والطبرانی فی الاوسط.........انا مدینۃ و علی بابھا.

ابراہیم کردی نبراس میں لکھتے ہیں:۔

واما انہ باب مدینۃ علمہ ففی قولہ.........والترمذی والحاکم عن علی.

ان کتابوں کے علاوہ نزل الابرار، مفتاح النجاۃ، تحفۃ المحبین، اسعاف الراغبین، وسیلۃ النجاۃ، السیف المسلول، وغیرہ میں طبرانی کی اس روایت کا حوالہ موجود ہے۔

طبرانی نے اس حدیث شریف کی روایت ابن عمر سے بھی ہے جیسا کہ ابھی ابھی آپ کو صواعق محرقہ اور عقد نبوی کی عبارت معلوم ہوئی اور نزول الابرار، مفتاح النجاۃ، تحفۃ المحبین، اسعاف الراغبین، اور وسیلۃ النجاۃ کے مطالعہ سے واضح ہوگا۔

اس حدیث شریف کی طبرانی سے مطلق روایت النکث البدیعات سیوطی، شرح مواہب زرقانی، فوائد مجموعہ شوکانی اور کنوز الحقائق مناوی سے بھی ثابت ہے۔

طبرانی اہلسنت کی نظر میں اتنے جلیل القدر بزرگ ہیں کہ ان کے فضائل ومحامد لکھنے کی زیادہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے ان کی تحریر کے ابتدائی کلمات نقل کیے جاتے ہیں جن سے طبرانی کی عظمت کا اندازہ ہوجائے گا۔

الطبرانی الحافظ الامام العلامہ الحجت ...... طبرانی مسند الدنیا.

اگر ان کے متعلق اور زیادہ جاننا ہو تو کتاب الانساب سمعانی، وفیات الاعیان ابن خلکان، العبر فی خبر، شرح مواہب زرقانی، بستان المحدثین عبدالعزیز دہلوی، اتحاف النبلا اور ابجد العلوم صدیق حسن کا مطالعہ فرمائیے۔

ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل شاشی معروف بقال نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ ان کی روایت کا ذکر حاکم مستدرک میں کیا ہے جس کا حوالہ گزر چکا۔

شاشی کس مرتبہ کے بزرگ تھے اس کے جاننے کے لیے سمعانی کی عبارت ملاحظہ ہو جو کتاب الانساب میں مذکور ہے۔

والامام ابوبکر محمد بن علی...... ائمة الدنیا فی التفسیر و الحدیث و الفقة واللغة.

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: امام عصره بلامدافعة

ان کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب التدوین قزوینی' تہذیب الاسماء، واللغات نووی' وفیات الاعیان ابن خلکان' تاریخ مختصر ابوالفدا، عبر ذہبی، تتمۃ المختصر ابن الوردی' مرآۃ الجنان یافعی' طبقات الشافیہ سنوی' مدینۃ العلم ازنیقی' تاج مکلل' استحلاف النبلاء' ابجد العلوم صدیق حسن خاں اور اسی طرح کی دوسری کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

☜ ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن حیان اصفہانی معروف بہ ابوالشیخ نے کتاب السنۃ میں حدیث مذکور کی روایت کی ہے۔

چنانچہ سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث انا مدینة العلم وعلی بابها...... اراد العلم فلیات الباب.

جواہر العقدین سمہودی' فیض القدیر مناوی' شرح مواہب زرقانی میں بھی ابوالشیخ کی روایت کا حوالہ موجود ہے۔ ابوالشیخ کے لیے سمعانی کتاب الانساب میں حیانی کی نسبت میں لکھتے ہیں:

والمشهور بهذه النسبه ابومحمد عبدالله...... التصانیف الکثیرة

ذہبی تذکرہ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

ابوالشیخ حافظ اصبهانی...... اربع وسبعین ومائتین.

مزید معلومات کے لیے عبر ذہبی' طبقات القراء جزری' طبقات الحفاظ سیوطی' کفایۃ المطلع تاج الدین مکی وغیرہ دیکھئے

☜ ابو محمد بن عبداللہ بن محمد بن عثمان معروف بہ السقاء الواسطی بھی اس حدیث کے راوی ہیں۔ انکی روایت کا تذکرہ ابن المغازلی نے کتاب المناقب میں اس طرح کیا ہے۔

قوله صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم ......عن جابر بن عبدالله.

قال اخذ النبی صلی الله علیه وسلم ...... فلیات الباب.

(ترجمہ) جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے علیؑ کا بازو تھاما اور فرمایا یہ نیکوکاروں کا

امیر اور کافروں کا قاتل ہے جو اسکی نصرت کرے گا وہ خدا کی جانب سے منصور ہوگا اور جو اسکی نصرت ترک کرے گا خدا کی جانب سے اسکی نصرت ترک کی جائے گی پھر آپ نے آواز کو بلند فرمایا اور ارشاد کیا' میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے، جو علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ دروازہ پر آئے۔

ابن السقاء بھی بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔

ذہبی عبر میں ۳۷۳ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں۔

**وابو محمد بن السقا الحافظ عبدالله بن محمد...... رجل به ابوه.**

اگر انکی مزید توثیقات دیکھنا ہوں تو تاریخ واسط ابن المغازلی' کتاب الانساب سمعانی' تذکرۃ الحفاظ ذہبی' وطبقات ابن ناصر الدین' طبقات الحفاظ سیوطی' تراجم الحفاظ بدخشی وغیرہ کے مطالعہ کی زحمت گوارا فرمایئے۔

ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی الحنفی بھی اس حدیث شریف کے راوی ہیں۔ کتاب المجالس میں فرماتے ہیں:۔

**عن قیس بن ابی جازم رضی الله عنه ...... انا مدینة العلم وعلی بابها.**

قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ ایک شخص معاویہ کے پاس آیا اور ان سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا اسے علی ابن ابی طالبؑ سے دریافت کرو کیونکہ وہ اسکو بہتر جانتے ہیں اسکے اعلم ہیں' اس شخص نے کہا آپ کا قول میرے لئے زیادہ محبوب ہے علیؑ کے قول سے۔ تو معاویہ نے کہا تو نے بہت بُری بات کہی اور قابل نفرت کلام زبان پر لایا، تو نے اس شخص کو ناپسند کیا جس کو رسول اللہ خوب علم بھرایا کرتے تھے اور جس کے لیے آپ نے ارشاد فرمایا ہے اے علی تم کو مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے حاصل تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے اور ان سے عمر بن خطاب سوال کیا کرتے تھے اور ان سے معلومات حاصل کرتے تھے اور میں نے خود عمر خطاب کو دیکھا ہے کہ جب ان پر کوئی معاملہ مشکل ہو جاتا تھا تو کہتے تھے کہ یہاں علی ہیں!! پھر معاویہ نے اس شخص سے کہا اٹھ جا خدا تیرے پیروں کو طاقت قیام نہ دے اور اس شخص کا نام عطایا کے رجسٹر سے کاٹ دیا۔ اور مروی ہے کہ ایک سائل نے عائشہ سے مسح کے متعلق دریافت کیا تو

انہوں نے کہا کہ اے علیؑ ابن ابی طالب سے دریافت کرو کیونکہ وہ سنت کے سب سے زیادہ عالم ہیں اور نبیؐ نے فرمایا ہے میں مدینۃ العلم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

ابواللیث کے فضائل اور محامد معلوم کرنے کے لئے تذکرۃ الحفاظ شمس الدین ذہبی، جواہر مضیۂ عبدالقادر حنفی، اعلام کفوی، اشاعۂ جنبۂ علی القاری، کفایۃ المطلع، دحلان مکی اور کشف الظنون عبداللہ القسطنطینی ملاحظہ فرمائیے۔

ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی معروف بہ ابن شاہین نے اس حدیث کی چار طریقوں سے روایت کی ہے چنانچہ علامہ ابن شہر آشوب" جنکے فضائل آپ کو اہل سنت کی معتبر کتابوں سے سابق میں معلوم ہو چکے ہیں حدیث مذکور کی روایت کرنیوالوں کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

"وابن شاهين من اربعة طرق" یعنی ابن شاہین نے حدیث مدینۃ العلم کی روایت چار طریقوں سے کی ہے۔

علم رجال کے ماہرین پر پوشیدہ نہیں کہ ابن شاہین بھی بہت بلند مرتبہ محدث ہیں جن کے فضائل و محامد رجال و سیر کی اکثر کتابوں میں درج ہیں ان میں سے بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

الانساب سمعانی الکامل ابن اثیر اسماء الرجال مسانید ابی حنیفہ خوارزمی، عبر ذہبی، مراۃ الجنان یافعی طبقات القراء جزری، طبقات الحفاظ و منتہی العقول سیوطی، طبقات المفسرین داؤدی، تاریخ الخمیس دیار بکری، شرح مواہب لدنیہ زرقانی۔

ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں جو کچھ لکھتے ہیں اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

ابن شاهين الحافظ المكثر المحدث ...... صاحب التصانيف.

ابوالقاسم اسماعیل بن عباد الطالقانی معروف بہ صاحب نے حدیث مذکور کو اپنے اشعار میں نظم کیا ہے۔ آپ بھی حضرات اہلسنت میں بہت ممدوح ہیں، ابن اثیر جزری تاریخ الکامل ۳۸۵ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:۔

فى هذه السنة مات الصاحب ابو القاسم.

اور شمس الدین ذہبی، دول الاسلام میں ۳۸۵ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:۔

فيها توفى الصاحب ...... نيلاء الرجال.

ان کے مزید حالات دیکھنے کے لیے تتمۃ الدہر ثعالبی، وفیات الاعیان ابن خلکان،

تاریخ ابوالفداء، تتمۃ المختصر ابن الوردی، عبر ذہبی، مراۃ یافعی، بغیۃ الوعاۃ سیوطی، ابجد العلوم صدیق حسن ملاحظہ فرمائیے۔

ابوالحسن علی بن عمر حربی نے کتاب الامالی میں حسب ذیل الفاظ میں روایت کی ہے:۔

**ثنا اسحق بن مروان عن علی ...... یدخلها من غیر بابها.**

ابوالحسن کی جلالت و منزلت کو معلوم کرنے کے لیے الانساب سمعانی، کامل ابن اثیر، عبر ذہبی ملاحظہ فرمائیے۔

ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن ہمدان بن بطہ العکبری البطی نے چھ طریق سے اسکی روایت کی ہے جیسا کہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے مناقب میں تصریح فرمائی ہے، راویان حدیث کے ذیل میں فرمایا ہے۔ **وابن بطه من ستة.**

ابن بطہ اہلسنت کی نظر میں کتنے قابل وثوق ہیں اس سے بھی ظاہر ہوگا کہ ابن تیمیہ نے منہاج میں ان کی روایات سے تمسک کیا ہے۔ اور صاحب تحفہ کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کے ان مشائخ سبعہ کے شیوخ میں ابن بطہ بھی ہیں جن سے اپنی سند کے اتصال پر شاہ صاحب نے حمد خدا ادا کی ہے۔ اور جن کے متعلق ظاہر فرمایا ہے کہ انکی جلالت قدر مجمع علیہ ہے۔

ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری نے متعدد طریق سے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے بلکہ صحیح ہونے پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب المستدرک علی الصحیحین میں فرماتے ہیں۔

**حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ...... فلیات الباب.**

**"هذا الحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه"**

حدیث کی روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ پھر فرماتے ہیں۔

**و ابو الصلت ثقه مامون ...... یحیٰ بن معین عن ابی صلت.**

یعنی (اس حدیث کے راوی) ابو الصلت ثقہ اور امانت دار ہیں کیونکہ میں نے ابوالعباس محمد بن یعقوب سے سنا ہے وہ کہتے تھے میں نے عباس بن محمد دوری کو کہتے سنا ہے کہ میں نے یحیٰ بن معین سے ابوالصلت ہروی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا وہ ثقہ ہے۔

**فقلت الیس قد حدث ...... وهو ثقه مامون.**

(یحیٰ ابن معین کا جواب سن کر) میں نے کہا (آپ ابوالصلت کو ثقہ کہتے ہیں) کیا اس نے

ابو معاویہ سے اس نے اعمش سے حدیث انا مدینۃ العلم کی روایت نہیں کی ہے (تو پھر وہ ثقہ کیسے ہوتا ہے) تو یحییٰ ابن معین نے کہا اس حدیث کی روایت محمد بن جعفر فیدی نے بھی کی ہے اور وہ ثقہ اور امانت دار ہیں۔

اسکے بعد حاکم لکھتے ہیں۔

سمعت ابا نصر احمد بن سهل ...... كما رواه ابو الصلت.

یعنی میں نے ابونصر احمد سہل فقیہ سے سنا ہے جو بخارا میں اپنے زمانہ کے امام تھے کہتے تھے میں نے صالح بن محمد بن حبیب حافظ سے سنا ہے کہ جب کہ ان سے ابولصلت کے متعلق سوال کیا گیا تھا تو انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ ایک مرتبہ یحییٰ ابن معین ابوالصلت کے پاس گئے اور ہم لوگ بھی ان کے ساتھ تھے یحییٰ بن معین نے ابولصلت کو سلام کیا جب یحییٰ وہاں سے نکلے تو میں ان کے پیچھے لگ گیا اور میں نے کہا آپ ابولصلت کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ صدوق ہیں تو میں نے یحییٰ سے کہا کہ وہ تو اعمش کی حدیث (مدینۃ العلم) کی روایت کرتے ہیں جو اعمش سے مجاہد نے اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کی ہے اور ابن عباس نبیؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو علم چاہتا ہو وہ مدینہ میں دروازہ سے آئے" (یہ سن کر) یحییٰ بن معین نے کہا اس حدیث کی روایت فیدی نے بھی تو کی ہے جس میں ابو معاویہ اعمش سے وہی روایت کرتے ہیں جیسی روایت ابولصلت نے کی ہے۔

اسکے بعد حاکم فیدی کی روایت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

حدثنا بصحة ما ذكره الامام ...... ابن عباس رضى الله عنهما.

قال الحسين بن فهم حدثنا ابو الصلت الهروى ...... عن ابى معاويه۔

اسکے بعد حسین ابن فہم کے لیے حاکم ارشاد فرماتے ہیں:

ليعلم المستفيد بهٰذا العلم ......ثقه مامون حافظ.

یعنی اس علم سے استفادہ کرنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ حسین بن فہم بن عبدالرحمٰن ثقہ مامون اور حافظ ہیں۔

پھر حاکم لکھتے ہیں:

ولهذا الحديث شاهد...... باسناد صحيح.

یعنی اس حدیث کا شاہد حدیث سفیان ثوری میں بھی ہے جو سند صحیح مروی ہے۔

پھر اس کی بھی پوری سند انہوں نے تحریر کی ہے جو وجہ سوم میں عبدالرزاق کی روایت کے ذیل میں گزر چکی ہے اس لئے اس کا اعادہ نہیں کیا گیا۔

مستدرک الحاکم کی ان عبارات سے حدیث مذکور کو جتنی تقویت پہنچی ہے وہ ارباب نظر پر مخفی نہیں۔

☜ علامہ حاکم نیشاپوری اس حدیث کی جناب امیرؑ سے بھی روایت کرتے ہیں چنانچہ جلال الدین سیوطی النکت البدیعات میں فرماتے ہیں:

حدیث انامدینته...... حدیث جابر اخرجه الحاکم.

تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں۔

واخرج الترمذی والحاکم ...... وعلی بابها.

حاکم کی اس روایت کا تذکرہ صواعق محرقہ' العقد النبوی' النبراس' شرح المواهب اللدینہ' نزل الابرار' مفتاح النجاۃ' تحفۃ المحبین' اسعاف الراغبین' وسیلۃ النجاۃ' مرأۃ المومنین اور ینابیع المودۃ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

☜ حاکم نے اس حدیث کی روایت ابن عمر سے بھی کی ہے جیسا کہ ابن حجر مکی نے ذکر کیا ہے انکی عبارت سابق میں لکھی جا چکی ہے۔ حاکم کی اس روایت کا تذکرہ بھی علاوہ نبراس کے تمام ان کتابوں میں سے ہے جن کے نام ابھی ابھی اوپر لکھے گئے۔

ابو عبداللہ الحاکم اور انکی مستدرک کی توثیق کے لیے ہم وجہ سوم میں لکھ چکے ہیں یہاں اتنا اور کہہ دیں کہ صاحب تحفہ کے والد ماجد شاہ ولی اللہ دہلوی قرۃ العینین میں حاکم کے لیے فرماتے ہیں کہ وہ دین جناب رسالتمآبؐ کے مجددین میں سے تھے اور آنحضرت نے ان کے وجود کی بشارت دی تھی انہوں نے چوتھی صدی میں از سرنو دین مبین کا احیاء کیا ہے اور علم حدیث کو محکم و متقن کیا ہے۔

صاحب تحفہ اور انکے والد نے اپنی تالیفات میں جابجا حاکم کے مرویات سے تمسک بھی کیا ہے۔

ابوالقاسم حسن بن اسحاق بن شرفشاہ فردوسی نے اس حدیث کو اپنے شاہنامہ میں نظم کیا ہے اور اس کی نسبت جناب رسول خداؐ کی جانب دی ہے۔ چنانچہ شاہنامہ میں فرماتے ہیں:

چہارم علیؑ بود جفت بتولؑ — کہ او را بخوبی ستاید رسولؐ

کہ من شہر علمم علیم درست — درست این سخن قول پیغمبرؐ است

گواہی دہم کین سخن راز اوست — تو گوئی دو گوشم بر آواز اوست

شاہنامہ میں اس حدیث کا نظم کرنا بتاتا ہے کہ یہ حدیث کس قدر مشہور و متواتر ہے اور پھر فردوسی کس قدر شدو مد کے ساتھ اس حدیث کا قول پیغمبرؐ ہونا بیان کرتے ہیں۔ شاہنامہ میں اس حدیث کے تذکرہ کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ سلطان محمود کے ایماء اور اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ اور سلطان محمود ایک انتہائی متعصب بادشاہ تھے بلکہ حضرات اہلسنت ان کو منجملہ فقہاء و آئمہ شافعیہ شمار کرتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ علم حدیث کے بھی بہت دلدادہ تھے۔

وكان من خيار الملوك واعدلهم وكان ...... لاسيما الرافضية.

اس عبارت سے آپ کو محمود کا شیعوں کے ساتھ طرز عمل معلوم ہو گیا ہو گا۔

وفیات الاعیان کی حسب ذیل عبارت سے واضح ہو گا کہ اس کو علم حدیث میں کتنا دخل تھا امام الحرمین جوینی سے نقل کرتے ہیں:۔

وكان مولعا بعلم الحديث ...... وكان يستفسر الاحاديث.

آخر میں ابن خلکان خود لکھتے ہیں:۔

وكان مناقب السلطان محمود...... من احسن السير.

ایاز فردوسی سے اس لئے خفا ہو گیا تھا کہ فردوسی نہ اسکی جانب اعتنا کرتا تھا نہ کبھی اس کی مدح کبھی حالانکہ خواجہ میمندی کی مدح و ثناء کیا کرتا تھا۔ اس رنجش کی وجہ سے ایاز نے سلطان محمود کے خیالات کو فردوسی کی جانب سے خراب کرنے کی جو تدبیر نکالی وہ یہ تھی کہ فردوسی کے لئے شاہ سے کہہ دیا کہ وہ رافضی ہے۔ اب یہاں سے تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی کی فارسی عبارت ملاحظہ ہو جس سے واضح ہو جائے گا کہ ایسے شیعہ دشمن بادشاہ کی سرپرستی میں نظم لکھی جائے کہ اس میں کسی

بے اصل حدیث کا جو ذکر فضائل جناب امیرؑ سے متعلق ہو محال ہے۔

سمرقندی ایاز کی رنجش کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

''ایاز ازیں معنی تافتہ شد واز روئے شکایت در مجلس خاص...... بشرط ایں کہ ازایں مذہب رجوع نمائی۔''

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب شاہنامہ کی نظم کا سلسلہ جاری تھا اور ابھی اتمام کو نہ پہونچا تھا کہاں ممکن تھا کہ اس میں امیرالمومنینؑ کی منقبت میں کوئی ایسی حدیث نظم کر دی جائے جو ساقط الاعتبار ہو اور پھر محمود عصبیت کے علاوہ علم حدیث سے بھی آشنا تھا۔

ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی نے حدیث مذکور کی جناب امیرؑ اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جیسا کہ ان کی جانب سے نقل کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ.............. فمن ارادالعلم فلیات الباب.

اور بعینہ یہی الفاظ ابن عباس سے بھی نقل کئے ہیں جس کا تذکرہ علامہ شوکانی نے کیا ہے۔

ابن مردویہ اصفہانی کی توثیق کے لئے الانساب سمعانی، معجم البلدان یاقوت حموی اور کتاب المناقب اخطب خوارزم، تذکرۃ الحفاظ والعبر ذہبی، زادالمعاد ابن قیم حنبلی، تاریخ ابن کثیر شامی، طبقات شافعیہ سبکی، حصن حصین جزری، طبقات الحفاظ سیوطی، شرح مواہب زرقانی، کشف الظنون قسطنطینی اور رسالہ اصول حدیث صاحب تحفہ کا مطالعہ فرمایئے۔

ابونعیم اصفہانی نے کتاب معرفۃ الصحابہ میں اس کی روایت کی ہے۔ سیوطی جمع الجوامع میں لکھتے ہیں:

انا مدینہ العلم وعلی بابھا. ابو نعیم فی المعرفۃ عن علی اور رسالہ القول الجلی فی فضائل علیؑ میں تحریر فرماتے ہیں:

الحدیث السادس عشر منہ.............. اخرجہ ابو نعیم فی المحرفۃ.

کتاب الاکتفا ابراہیم وصابی، نزل الابرار بدخشی اور مفتاح النجاۃ و تحفۃ المحبین میں بھی ابونعیم کی اس حدیث کا حوالہ موجود ہے۔

یہی ابو نعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے القاب میں لفظ باب مدینۃ الحکم والعلوم لکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حدیث مذکورہی سے مستنبط ہیں۔

ابو نعیم کس پایہ کے بزرگ تھے اس کے معلوم کرنے کے لئے مناب الشافعی فخر رازی، تاریخ کامل ابن اثیر، وفیات الاعیان ابن خلکان، منہاج السنۃ ابن تیمیہ، مختصر ابو الفداء، تذکرہ الحفاظ العبر، دول الاسلام ذہبی، تتمہ المختصر الوردی، اسماء الرجال، مشکوٰۃ ولی الدین الخطیب، زاد المعاد ابن قیم وافی بالوفیات صفدی، مرآۃ یافعی، طبقات سبکی، طبقات استوی، طبقات تقی الدین اسدی، توضیح الدلائل شہاب الدین، طبقات الحفاظ سیوطی، نوافق شعرانی، تاریخ خمیس دیار بکری، مقالید الاسانید ابو مہدی ثعالبی، دبستان المحدثین، صاحب تحفہ قول مستحسن، مولوی حسن زماں الخلاف النبلاء، تاج مکلل مولوی صدیق حسن خاں ملاحظہ فرمائیے۔

ابو الحسن احمد بن مظفر بن احمد عطار فقیہ شافعی نے اپنی سند متصل سے جناب رسالتمابؐ سے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے چنانچہ ابن السقا کی روایت کے موقع پر کتاب المناقب ابن المغازلی سے اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

العبر ذہبی ملاحظہ فرمائیے تو ان کی جلالت قدر بھی معلوم ہو جائے، ابن المغازلی نے کتاب المناقب مین ان سے جابجا روایات اخذ کی ہیں اور انہیں فقیہ شافعی کے لقب سے یاد کیا ہے۔

قاضی القضاۃ ابو الحسن علی بن محمد شافعی معروف بہ ماوردی کی روایت کا جناب ابن شہر آشوب نے مناقب میں یوں تذکرہ فرمایا ہے:

وقد رواه السمعانی والقاضی الماوردی.

ماوردی کی توثیق کے لئے سمعانی، ذہبی، ابن اثیر، ابن خلکان، یافعی، سبکی وغیرہ کی تالیفات ملاحظہ ہوں۔

ابو بکر احمد بن حسین بیہقی کی روایت کا اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں ذکر کیا ہے۔

اخبرنا الشیخ الزاهد الحافظ .................. فمن اراد العلم فلیات الباب.

صاحب وفیات الاعیان بیہقی کے متعلق لکھتے ہیں:

الفقیه الشافعی الحافظ الکبیر ............ ولآثار و شعب الایمان.

اس کے بعد بیہقی کے حق میں امام الحرمین کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ہر شافعی پر امام شافعی کا احسان ہے مگر احمد بیہقی کا خود امام شافعی پر احسان ہے۔

خلاصہ یہ کہ بیہقی اہلسنت میں بہت بلند پایہ محدث گزرے ہیں تاریخ وسیر کی تمام کتابوں میں ان کے فضائل ومحامد مذکور ہیں۔

☜ ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی معروف بہ ابن بشران کی روایت کا علامہ ابن المغازلی نے ذکر کیا ہے جس کا حوالہ سابق میں گزر چکا ہے۔

ابن بشران کی توثیقات بھی ذہبی ویافعی کی تالیفات میں مذکور ہیں۔

☜ ابوبکر احمد بن علی معروف' بہ خطیب بغدادی نے اس حدیث کی ابن عباس سے بطرق متعددہ روایات کی ہے:

تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں (ص ۱۷۲ ج ۷)

اخبرناالحسین بن علی الصیمدی قال ............ ارادالعلم فلیات الباب.

دوسری جگہ اس طرح ہے۔ (ص ۳۴۰ ج ۴ خطیب بغدادی)

اخبرنا احمد بن محمد البیھقی قال ............ ارادالعلم فلیات الباب.

اخبرنا علی ابن ابی علی قال ............ اراد بابھا فلیات الباب.

حدثنا محمد بن احمد بن رزق قال ............ انا مدینۃ العلم و علی بابھا.

☜ خطیب بغدادی نے اس حدیث کی جابر بن عبداللہ سے بھی روایت کی ہے۔ چنانچہ اپنی (تاریخ' ج ۲ ص ۳۷۷) میں فرماتے ہیں:

اخبرناابوطالب یحیی بن علی ............ ارادالعلم فلیات الباب۔

☜ تاریخ خطیب بغدادی میں یہ حدیث جناب امیرؑ سے بھی مروی ہے:

اخبرنا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ حدثنا ............ فمن اراد المدینۃ فلیات الباب.

خطیب کی اس سند کی حافظ گنجی نے کفایت الطالب میں بھی نقل کیا ہے:

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں متعدد روایات یحییٰ بن معین سے نقل کی ہیں جن میں انہوں نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ جس کا تذکرہ یحییٰ بن معین کی روایات کے سلسلہ میں کیا جا چکا ہے۔

خطیب بغدادی نے کتاب المفترق والمتفق میں بھی ابن عباس سے اس حدیث شریف کی روایت کی ہے چنانچہ ابراہیم الوہابی کتاب الاکتفاء میں لکھتے ہیں:

**وعن ابن عباس رضی الله قال.......... والخطیب فی المفترق و المتفق.**

خطیب بغدادی بھی محدثین وعلماء اہلسنت میں بڑے جلیل المرتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے حالات اوران کے فضائل واوصاف مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہیں:

کتاب الانساب وذیل تاریخ بغداد سمعانی، تاریخ کامل ابن اثیر، اسماء الرجال جامع مسانید ابو حنیفہ ابوالمؤید خوارزمی، وفیات الاعیان، مختصر ابوالفداء، تتمۃ المختصر ابن الوردی، سیر النبلا، تذکرۂ عبر دول اسلام ذہبی مرأۃ یافعی، طبقات سبکی، طبقات اسنوی، طبقات اسدی، طبقات سیوطی، تاریخ خمیس، فیض القدیر مناوی، شرح مواہب، مقالید الاسانید ثعالبی، تراجم بدخشانی، بستان المحدثین مولف تحفہ ابجد العلوم تاج مکلل صدیق حسن خاں۔

ابوعمر یوسف بن عبداللہ معروف بابن عبدالبر نمری قرطبی نے کتاب الاستیعاب میں اس کی روایت کی ہے چنانچہ حالات جناب امیر المومنینؑ میں (ص ۳۸ ج ۳ حاشیہ الاصابہ) لکھتے ہیں:

**روی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال.......... وقال عمر بن الخطاب علیؑ اقضانا.**

ان کے حالات بھی مذکورہ بالا کتب میں سے اکثر وبیشتر میں موجود ہیں۔

ابومحمد حسن بن احمد غندجانی نے اس کی روایت کی ہے وجہ چہارم ابن المغازلی کی کتاب المناقب سے اس کا حوالہ گزر چکا ہے:

ابومحمد غندجانی کی توثیق کے لئے کتاب انساب سمعانی کا مطالعہ کافی ہے۔

محمد بن الطیب معروف بہ ابن المغازلی نے بطرق متعددہ اس حدیث کی روایت کی ہے۔ کتاب المناقب میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابراهیم بن عبدالرحمن قال.........مدینة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فلیات من بابه۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

قوله صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم. اخبرنا ابو الحسن بن المظفر بن احمد العطار الفقیه الشافعی رحمه الله بقراء تی علیه فقربه ........... جده علی بن الحسین عن ابیه الحسین علی بن ابی طالب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا علی انا مدینة العلم وانت الباب کذب من زعم انه یصلی الی المدینة الامن قبل الباب.

ابن مغازلی کی جلالت قدر کتب تراجم وسیر دیکھنے سے اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔

منصور ابن محمد سمعانی بھی اس حدیث شریف کے راوی ہیں ان کی روایت کا حوالہ جناب ابن شہر آشوب کی کتاب المناقب سے سابق میں مذکور ہو چکا ہے۔

سمعانی بھی حضرات علمائے اہلسنت میں بہت بلند پایہ عالم ہیں ان کی منزلت معلوم کرنے کے لئے بھی تراجم وسیر کی انہیں کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ جن کا حوالہ ہم بار بار دیا کرتے ہیں۔

شیخ القضاۃ ابوعلی اسماعیل بن احمد بن حسین بیہقی جیسا کہ اخطب خوارزم کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ شیخ القضاہ بھی بڑے بلند مرتبہ محدث تھے یہ حضرات اہلسنت میں امام ابن امام کے لقب سے معروف ہیں۔ ان کے حالات بھی کتب تراجم میں مذکور ہیں۔

تاریخ کامل میں ابن اثیر لکھتے ہیں:

واسماعیل بن احمد بن الحسین بن علی.......... تصانیف کثیره مشهورة

اسماعیل ایوبی نے مختصر میں اور ابن الوردی نی تتمۃ المختصر میں بھی ان کو امام ابن الامام کے القاب سے یاد کیا ہے۔

ابو شجاع خسرو ہمدانی دیلمی فردوس الاخبار میں اس حدیث کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں: انا مدینة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فلیات الباب.

ان کی وثاقت واعتبار کو معلوم کرنے کے لئے کتاب التدوین عبدالکریم رافعی طبقات ابن

الصلوح تذکرہ الحفاظ، سیر النبلاء، عبر ذہبی، مرأۃ یافعی، طبقات سبکی، طبقات استوی، طبقات اسدی، روض الفردوس سید علی ہمدانی، طبقات سیوطی، فیض القدیر مناوی، مقالید ثعالبی، کشف الظنون، ملاحظہ ہو۔ دیلمی کی مسند مثل دیلمی کے بہت مشہور و معروف ہے۔

احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتیٰ میں اس حدیث کی روایت کی چنانچہ جناب امیر المومنینؑ کی انبیاء کے ساتھ مشابہت کے ذکر میں لکھتے ہیں:

ذکر مشابه ابینا آدم علیه السلام فانه قد وقعت المشابهةبین المرتضیٰ وبینه علیه السلام بعشرة اشیاء اولها بالخلق و الطینة و الثانی بالمکث و المدة والثالث بالصاحبة و الذوجة والرابع بالتزویج و الخلقة و الخامس بالعم و الحکمة والسادس باذهن و الفطنة و السابع بالامر و اخلاة و الثامن بالاعداء والخالفة ............ والوصیة والعاشر بالاولا دو العترة............ اوران مشابہتوں کی تفصیل یوں کی ہے:

واما العلم و الحکمة فان الله تعالیٰ قال لادم علیه السلام وعلم آدم الاسماء کلها ففضل بالعلم العباد الذین کانو الایعصون الله............ فمن اراده اعلم فلیات الباب ولهذا الحدیث طرق اخر نذکر هافی فصل خصائص المرتضی رضوان الله علیه انشاء الله عزوجل.

یہی عاصمی، زین الفتیٰ میں دوسری جگہ پر اس حدیث شریف سے احتجاج و تمسک کرتے ہیں، امیر المومنین اور انبیاء علیہم السلام کی شباہتوں کے ذیل میں جناب داؤد علیہ السلام کی شباہت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

ذکر مشابهة دائود ذی الاید صلوات الله وسلامه علیه............ ماة سنة وملک اربعین سنة وهو دادعو بن اسل.

پھر ان شباہتوں کی تفصیل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اما فصل الخطاب فقوله تعالیٰ واتیناه الحکمة وفصل الخطاب ذکر عن ابی موسیٰ الحامض قال............ ذکرناه فی معنی قوله علیه السلام

انا مدينة العلم وعلى بابها وفى فصل فضائه۔

عاصمی نے زین الفتیٰ میں تیسری جگہ پھر اس حدیث شریف کو ذکر کیا ہے جہاں یہ دکھایا ہے کہ رسول خدا نے آپ کو باب مدینۃ العلم کا لقب دیا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

واما الاسماء التى سماه بها رسول الله سوى ماذكرناها فانها سيد العرب ......... والمارقين والقاسطين، ومولى كل مومن ومومنة والرفيق، و شيخ المهاجرين والانصار، وابن العم، ........ مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول صلى الله عليه انا مدينة العلم وعلى بابها.

مجدد وابن آدم معروف بہ حکیم سنائی نے حتمی طور پر حدیث مبارک کو ذکر کیا ہے، کتاب حديقة الحقيقة میں عنوان مدح جناب امیر المومنینؑ میں یوں لکھتے ہیں۔

فى مناقب زوج البتولؑ وابن عم الرسول وابى الحسن و الحسين ........ انا مدينة العلم وعلى بابها.

اسی حدیقہ میں جناب امیرؑ کی شان میں جو اشعار ہیں ان میں ایک میں اسی حدیث کا مضمون نظم بھی کیا ہے۔

فرماتے ہیں،

لطف اوبود لطف پیغمبر — عنف اوعنف شیر شرزه نر

خوانده در دین و ملک مختارش — هم در علم هم علمدارش

حکیم سنائی کس مرتبے کے بزرگ تھے اس کے لئے نفحات الانس جامی تذکرہ دولت شاہ بن بختی شاہ سمرقندی اور جامع السلاسل بدخشانی کا مطالعہ فرمائے۔ صاحب تحفۂ اثنا عشری نے بھی حکیم سنائی کو اہل سنت کے بزرگوں اور قابل وثوق افراد میں شمار کیا ہے..... ان کی کتاب حدیقۃ الحقیقہ کا ذکر صاحب کشف الظنون نے بھی کیا ہے۔

ابو منصور شهردار بن شيرويه بن شهر دار بن شيرويه بن فناخسر ویلمی نے مسند الفردوس میں حدیث مذکور کی روایت کی ہے۔

سند الفردوس میں انہوں نے اپنی دادا کی کتاب الفردوس کے احادیث کو مع اسانید ذکر کیا ہے

مناوی نے فیض القدیر میں ان کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

شہردار ویلمی کی جلالت وعظمت معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل کتب کے ملاحظہ کے زحمت برداشت فرمائی جائے۔

کتاب المناقب اخطب خوارزمی، کتاب العبر ذهبی، طبقات شافعیه سبکی، طبقات شافعیه اسنوی، مقالیدالاسانید ثعالبی، بستان المحدثین صاحب تحفه، اتحاف النبلاء صدیق حسن خان.

عبدالکریم محمد بن منصور سمعانی نے کتاب الانساب میں امیر المومنین علیہ اسلام کو لقب باب مدینۃ العلم کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث شریف کو معتبر سمجھتے ہیں۔

کتاب الانساب میں فرماتے ہیں۔

الشهید بفتح الشین المعجمة و کسر الهاء وسکون الیاء المعجمة ............بن الشهید الحسین بن علی سید شباب اهل الجنة و کان یکنی ابا عبدالله.

ان کے اعتبار و وثاقت پر حسب ذیل کتابیں شاہد ہیں۔

تاریخ کامل اور مختصر الانساب ابن اثیر تاریخ محب الدین ابن النجار، دفیات الاعیان ابن خلکان، مختصر ابوالفداء ایوبی، تتمة المختصر ابن الوردی، تذکرة الحفاظ، لعبر، دول الاسلام ذهبی، مرأة الجنان یافعی، طبقات شافعیه سبکی واسنوی واسدی، طبقات الحافظ ابن ناصر الدین وسیوطی، تاریخ الخمیس ویار بکری، مدینة العلم ازینقی، کشف الظنون قسطنطینی، تراجم الحافظ بدخشانی، ابجدالعلوم التاج المکلل، اتحاف النبلاء صدیق حسن خان.

ابوالموید موفق بن احمد خوارزمی مکی معروف بہ اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں جناب امیر علیہ السلام کے القاب گنواتے ہوئے لقب باب المدینۃ کا بھی ذکر کیا ہے۔

موصوف ہی نے کتاب المناقب کی فصل ہفتم میں جناب امیر کی کثرت علم کا بیان کرتے ہوئے حدیث مذکور کی حسب ذیل الفاظ میں روایت کی ہے۔

اخبرنا الشیخ الزاھد الحافظ ابو الحسن علی بن احمد..................

العلم وعلی بابہا فمن ارادالعلم فلیات الباب.

موصوف نے کتاب المناقب کی سولہویں فصل میں معاویہ اور عمرو عاص کی خط وکتابت لکھی ہے۔عمرو خاص نے جواب میں امیر المومنینؑ کے فضائل گنواتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے متعلق جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے''انا مدینة العلم وعلی بابہا.''

اخطب خوارزم کی جلالت شان معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل علمائے اہلسنت کی تالیفات دیکھئے۔

ابو حامد محمود بن حسین صالحانی' عمادالدین محمد بن محمد اکاتب اصفھانی' ابو الفتح مطرزی' ابن نجار مقدادی' جلال الدین قفطی ابو الامحمد بن محمد خوارزمی، محمد بن یوسف گنجی' شمس الدین ذھبی' جمال الدین زرندی' صلاح الدین صفدی' عبدالقادر بن محمد قریش' محمد بن احمد فاسی' احمد بن ابراھیم صنعانی معروف بہ ابن الوزیر' شھاب الدین صاحب توضیح الدلائل' ابن الصباغ مالکی' جلال الدین سیوطی' نورالدین سمھودی' محمد بن علی دمشقی صالحی' شھاب الدین ابن حجر مکی' کمال الدین جھرمی' محمد بن سلیمان کفوی' احمد بن محمد بن باکثیر مکی' عبداللہ بن محمد مطیری' ولی اللہ لکھنوی' عبدالعزیز دھلوی.

ابوالحسن علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر دمشقی نے متعدد طرق سے حدیث شریف کی روایت کی ہے چنانچہ محمد بن یوسف گنجی شافعی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں اس کی روایت اس طرح فرماتے ہیں۔

اخبرنا العلامہ قاضی القضاۃ ابو نصر محمد بن ھبۃ اللہ...... قدسمعت.

جابر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یوم الحدیبیۃ

وهو اخذ بضبع علی بن ابی طالب وهو یقول.

هذا امیر البررة وقاتل الفجرة منصور من نصره و مخذول من خذله ثم مدبها صوة وقال: انا مدينة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فليات الباب.

اس روایت کے بعد فرماتے ہیں:

قلت هكذارواه ابن عساكر فی طريقه وذكر طرقه عن مشايخی.

ابن عساکر کی توثیقات حسب ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیے۔

معجم الادباء حموی، اسماء الرجال جامع مسانيد ابی حنيفه، محمد بن محمود خوارزمی، وفيات الاعيان ابن خلكان، مختصر ايوبی، تتمة المختصر ابن الوردی، تذكرة العبر، دول ذهبی مراة الجنان يافعی، طبقات شافعيه سبكی، واسنوی واسدی، طبقات الحفاظ سيوطی، تاريخ خميس وديار بكری، مدينة العلم ازينقی ابجدالعلوم، التاج المكلل، اتحاف النبلاء مولوی صديق حسن خان.

☜ ابراہیم بن علی معروف بہ خاقانی تحفۃ العراقین میں محمد بن علی مطہر علوی کی مدح کرتے ہوئے اس حدیث شریف کی طرف یوں واضح اشارہ فرماتے ہیں۔

در شهر علم حیدر    وین سید دین کلید ایں در

خاقانی کی کتاب تحفاۃ العراقین کا تذکرہ کاتب چلپی نے کشف الظنون میں بایں الفاظ کیا ھے.

تحفة العرافين فارسی منظومه لافضل الدين ابراهيم بن على الخاقانی الشاعر المتوفی ۵۸۲ اثنتين وثمانين وخمس ماة وزنه من مزا حفات المسدس.

خاقانی کے مدائح ومحامد دیکھنے کے لئے تذکرہ دولت شاہ سمرقندی اور نفحات عبدالرحمٰن جامی کو ملاحظہ فرمائیے۔

☜ ابوالحجاج یوسف بن محمد بلوی اندلسی نے اپنی کتاب ''الف با'' میں اس حدیث شریف کو دو مقام پر ذکر کیا ہے۔

ابن عباس کا قول اعلمیت جناب امیرؑ کے متعلق لکھ کر کہتے ہیں۔

واذوقع ذکر علی وابن عباس ............ الذکری ابن عم النبی.

پھر فرماتے ہیں۔

وسیاتی قول النبی صلی الله علیه و آله وسلم فیه.....

انا مدینة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فلیاتة من بابه.

دوسرے مقام پر حجاج ثقفی کی ایک جسارت کا ذکر کرتے ہوئے اس کا جواب دیتے ہیں۔

یقول فی علی هذه المقالة............ دق فیها النظرفاتی بالخبر.

بلوی کی کتاب ''الف با'' کا تذکرہ کاتب چلپی نے کشف الظنون میں کیا ہے اور اس کے لئے لکھا ہے کہ ''فیہ فوائد کثیرۃ'' اس کتاب میں بہت سے فوائد ہیں۔

☜ مبارک بن محمد معروف بابن اثیر جزری شافعی نے جامع الاصول میں اس کی روایت کی ہے:

فرماتے ہیں۔

علیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انا مدینة العلم وعلی بابها اخرجه الترمذی.

شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں ان کی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

فرماتے ہیں۔

عن علی رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله علیه و آله وبارک وسلم قال انا مدینة العلم وعلی بابها رواه فی جامع الاموال قال اخرجه الترمذی.

ابن اثیر کے فضائل ومحامد معلوم کرنے کے لئے ذیل کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیے۔

تاریخ کامل ابن اثیر، تاریخ ابن المستونی دفیات الاعیان مختصر ابوالفداء ابوبی تتمه ابن الوردی، عبر اور دول ذهبی، اسماء الرجال الدین الخطیب، مرأة یافعی، طبقات سبکی واسنوی واسدی، روض المناظر ابن شحنه، بغیته الوعاة سیوطی، مدینة العلوم، زینقی اتحاف النبلاء، التاج المکلل، ابجدالعلوم

صدیق حسن خاں۔

کاتپ چلپی نے کشف الظنون میں بھی جامع الاصول کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

فریدالدین محمد بن احمد ہمدانی معروف بہ عطار نے حدیث مذکور کو اپنی اشعار میں نظم کیا ہے۔

مظہر العجائب میں فرماتے ہیں۔

مصطفیے گفتہ کہ حیدرؑ پاک زاد
مرتضے گفتہ علم او بداد
مصطفے گفتہ کہ او حق منست
مرتضے گفتہ کہ چوں جان وتنست
مصطفے گفتہ کہ شہ بد سر غیب
مرتضے گفتہ کہ اور انیست عیب
مصطفے گفتہ علی بابہا
مرتضے گفتہ کہ یا خیر الورے

پھر دوسری جگہ اسی حدیث کے مضمون کو اس طرح نظم کرتے ہیں۔

روتو ترک مذہب و دینت بکن
یا تو گفت مصطفے را گوش کن
نہ محمد گفت باب علم اوست
انما ورشان حیدر خود نکوست

تیسری جگہ فرماتے ہیں۔

ہیچ میدانی کہ باب علم کیست
اندریں عالم بجود و علم کیست

چوتھی جگہ ارشاد ہے۔

عشق می گوید علی بابہا

بارها گفتم به تو اسرار ها

پانچویں مرتبہ یوں گہرفشاں ہوتے ہیں۔

هیچ میدانی که معجز آن کیست

این همه مدح وثنا در شان کیست

که نهاده پائے بر کتف رسولؐ

مصطفے کرده چو معراجش قبول

که بده خود تاجدار انما

که بده درملک معنے هل اتی

که بده رآن ناطق درعیان

که بده ورلو کشف اسرارد ان

کیست باب علم از گفت رسولؐ

خود کر ابد دست در علم قبول

چھٹی جگہ یوں رطب اللسان ہیں۔

جو هر معنے من خود حیدرست

زانکه در دریائے رحماں گوهرست

جوهر معنے من خود باب اوست

زانکه اد باب نبوت رانکوست

ساتویں جگہ کہتے ہیں۔

من زباب علم عطار آمدم

لاجرم گویائے اسرار آمدم

یہی فریدالدین عطار اسرارنامہ میں فرماتے ہیں۔

توباب الله میداں مرتضے را

زخود آگاه میداں مرتضے را
برواز باب او درشهر علمش
که تا بینی تو خود آثار حلمش
که باب شهر علم وحلم وفتوے
امیر المومنین باشد بتقوے
امیر المومنین داں باب حکمت
امیر المومنین بانوح همدست
امیر المومنین نطق زبانست
امیر المومنیں شرح بهانست
امیر المومنیں آں شاهِ عادل
امیر المومنیں آں شاهِ کامل
امیر المومنیں ختم ولایت
امیر المومنیں باب هدایت

اسرار نامہ میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اگر فرمان بری فرمان شر بر
وگرنه اوفتاوی خود بجر در
اگر فرمان بری فرمانِ حیدرؑ

چو باب است آں بعلم مصطفے ور

جناب عطار الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں۔

پیمبرؐ گفت باآں ک نور دیده
زیک نوریم هر دو آفریده
علیؑ چوں بانبیؐ باشد زیک نور

یکی باشند هر دو از دوئی دور

چناں در شهر دانش باب آمد

که جنت رابحق ابواب آمد

مظهر العجائب، اسرار نامه اور الفهی نامه تینوں کا تزکرہ کاتب چلپی نے کشف الظنون میں کیا ھے۔

فریدالدین عطار کی جلالت قدر کی بھی بہت سے علمائے اہل سنت نے تصریح فرمائی ہے۔

مجدالدین بدخشانی کی جامع السلاسل اور تذکرۃ اولیاء کا دیباچہ ملاحظہ ہو۔

نصراللہ کابلی نے بھی صواقع میں ان کو الشیخ الجلیل کے لقب سے یاد کیا ہے۔ صاحب تحفہ نے بھی اپنے تحفہ میں جابجا ان کے اقوال سے استشہاد کیا ہے اور ان کو اہل سنت کے کبراء اور مقبولین میں شمار کیا ہے۔

☜ ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں حدیث شریف کی بالفاظ ذیل روایت کی ہے۔

**انبانا زید بن الحسن بن زیدی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیات بابه.**

ان کی توثیقات کے لئے دفیات الاعیان، المختصر فی اخبار البشر، تذکرۃ الحفاظ، العبر، دول الاسلام، مراۃ الجنان، طبقات سبکی و اسنوی و اسدی، روض المناظر، طبقات سیوطی، مدینۃ العلوم، وغیرھا کا مطالعہ فرمائیے۔

☜ محی الدین محمد بن علی معروف بہ ابن العربی الطائی الاندلسی نے ضمنی طور پر اس حدیث کی صراحت کی ہے ینابیع المودۃ میں ابن عربی کا یہ قول درج ہے۔

والا مام علی رضی الله عنه.......... فمن اراد العلم فعلیه بالباب.

ابن عربی کی جلالت قدر پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی پھر بھی چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں جس کا جی چاہے مطالعہ کرے۔

تاریخ ابن النجار بغدادی، تکملة الاکمال ابن نقطه، تاریخ حلب ابن

العدیم، دفیات زکی الدین منذری، تاریخ ابن الابار، تاریخ ابن الزبیر، تاریخ ابن الدبیثی، مشتبه النسبته ابو العلاء فرضی، تاریخ مصر قطب الدین حلبی، مرآة الزمان سبط ابن الجوزی، ذیل المرآة قطب الدین یونینی، کتاب المسالک ابن فضل الله، لطائف المنن احمد بن عطاالله الاسکندری، الارشاد یافعی، الوافی بالوفیات سیوطی، لواقح الانوار، تنبیه الاغبیاء شعرانی، النقفات الانس جامی، کتائب اعلام الاخبار محمود بن سلیمان الکفوی، مدینته العلم ازنیقی، الاشاعة لاشراط الساعة بزرنجی، صبح صادق نظام الدین سهالی، رسالة تحقیق رئویا عبدالعزیز دهلوی، معرکه سلامة الله بدایونی، جنتر صدیق حسن خان.

محب الدین محمود ابن محمود معروف بہ ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد میں اس حدیث شریف کی روایت کی ہے۔ ان کی روایت یوں نقل کی گئی ہے۔

اتنا رقیة بنت محمد بن عبدالواحد اتنا فاطمة بنت محمد بن ابی سعدالبغدادی ثناء دائود بن سلیمان الغازی ثنا علی بن موسیٰ الرضا عن ابائه عن علی مرفوعاً انا مدینة العلم وعلی بابها فمن ارادلعلم فلیات الباب.

حافظ ابن النجار بھی بڑے بلند پایہ ثقہ بزرگ مانے جاتے ہیں ان کے لئے حسب ذیل کتب کی ورق گردانی فرمایئے۔

تزکرة الغبر، دول الاسلام ذہبی، وانی بالوفیات مرآة یافعی، طبقات اسنوی واسدی، فوات الوفیات کتبی، مدینة العلم ازنیقی، ابجد العلوم، التاج المکلل، اتحاف النبلاء صدیق حسن خاں بھوپالی۔

کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ قریشی نے در منظم میں اس کی روایت حسن ذیل الفاظ میں کی ہے۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها قال الله تعالیٰ واتواک البیوت من ابوابها فمن ارادالعلم فعلیه بالباب.

اور موصوف نے مطالب السئول میں بھی اس کو کئی جگہ ذکر فرمایا ہے۔

۲۔ فصل رابع میں ارشاد فرماتے ہیں جس میں امیر المومنین کے لقب الانزاع البطین کو ثابت کرر ہے ہیں۔

ولم یزل بملازمة رسول الله صلی الله علیه وسلم ............ فیما نعله الترمذی فی صحیح لبسنده عنه انا مدینته العلم وعلی بابها فکان من غزارة علمه یذلل جوامع القاضایا ویوضح مشکلات الوقائع ویسهل صعب الاحکام فکل علم کان له فیه اثر و کل حکمة کان له علیها استظهار.

۳۔ مطالب السئول کی فصل سادس میں فرماتے ہیں جس میں جناب امیرؑ کی کثرت علم کی بحث لکھی ہے۔

ومن ذلک ماروواه الامام الترمذی فی صحیحه لبسنده وقد تقدم ذکره فی الاستشهاد فی صفة. امیر المومنینؑ بالا نزع البطین ان رسول الله صلی الله علیه واله قال انا مدینة العلم وعلی بابها.

ونقل الام ابو محمد الحسین بن مسعود القاضی البغوی ............ الا عم بالا کبر والاخصص بالاصغر.

تفسیر شافعی میں محمد محبوب عالم نے جابجا مطالب السئول کی چیزوں کو نقل کیا ہے۔ صاحب تحفہ کی نظر میں تفسیر شاہی ایک قابل اعتبار کتاب ہے۔

صاحب مطالب السئول نے بالخصوص اپنی کتاب کی فصل سادس میں جن احادیث کو ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق یہ اظہار کیا ہے۔ ان میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ بہت چھان بین کے بعد درج کیا ہے جیسا کہ ان کی کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوسکتا ہے۔

شمس الدین یوسف بن قزغلی معروف بہ سبط ابن جوزی نے مناقب احمد بن حنبل سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اپنی کتاب تذکرۂ خواص الامہ میں (جس کو ابن الوردی نے تتمۃ المختصر میں سبط ابن جوزی کی تالیف تسلیم کیا ہے) فرماتے ہیں۔

حدیث انا مدینة العلم ............ فقال من ارادالعلم فلیات الباب.

سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب کے باب ثانی کی ابتداء میں ان احادیث کی وثاقت کو جو اس باب میں درج ہیں، حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

**الباب الثانی فی فضائله.................. لاشک فیها ولا ارتیاب.**

پھر اس کتاب میں ان کی شدت احتیاط کا پتہ اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ والدۂ امیر المومنین علیہ السلام کے تذکرے میں انہوں نے حافظ ابو نعیم کی ایک طولانی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ اسے انہوں نے اس لئے ذکر نہیں کیا ہے کہ اس کو ابن عدی نے ضعیف کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف نہیں ہے بلکہ معتبر اور مستند ہے۔

وہ کہتے ہیں۔

**وقد اخرج لها ابو نعیم.................. فلذلک لم تذکره.**

سبط ابن جوزی کے فضائل ومحامد معلوم کرنے کے لئے کتب ذیل کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

**جامع مسانید ابی حنیفه محمد الخوارزمی، کفایة الطالب کنجی، دفیات لاعیان ابن خلکان، منظر الانسان یوسف بن احمد السنجری، ذیل مرآة الزمان یونینی بعلبکی، المختصر ایوبی، تتمة المختصر ابن الوروی، البصر ذهبی، نظم درولسم طین فیرو زآبادی، طبقات اسدی، القول المبنی سخاوی، جواهر العقدین سمهوری، حسن المقصد سیوطی، اتحاف الوریٰ نجم الدین مکی، غایة المرام عبدالعزیز بن فهد مکی، طبقات المفسرین شمس.**

جامع مسانید ابی حنیفہ محمد الخوارزمی، کفایۃ الطالب کنجی، دفیات الاعیان ابن خلکان، منظر الانسان یوسف بن احمد السنجری، ذیل مرآۃ الزمان یونینی بعلبکی، المختصر ایوبی، تتمۃ المختصر ابن الوروی، البصر ذہبی، نظم درر السمطین زرندی، طبقات اسدی، القول المبنی سخاوی، جواہر العقدین سمہودی، حسن المقصد سیوطی، اتحاف الوریٰ نجم الدین مکی، غایۃ المرام عبدالعزیز بن فہد مکی، طبقات المفسرین شمس الدین محمد داؤدی مالکی، صواعق ابن حجر مکی، اعلام الاخیار کفوی، مدینۃ العلوم ازنقی، الاثمار الجنیته ملا علی قاری، انسان العیون نور الدین حلبی، الدر المختیار حصکفی، سیف مسلول پانی پتی، تحفہ اثنا عشریہ دہلوی، ایضاح رشید الدین، ازالۃ الغین مولوی حیدر علی،

ابجد العلوم صدیق حسن خاں۔

ابو عبداللہ محمد بن یوسف کنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں اس حدیث مبارک کے لئے ایک مستقل باب مخصوص کیا ہے اور اس میں متعدد طرق سے حدیث شریف کی روایت کی ہے۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

الباب الثامن والخمسون فی تخصیص علی بقول صلی اللہ علیہ.............. علی بابها قلت هذا حدیث حسن عال.

کفایۃ الطالب کے دیباچے میں مصنف نے اظہار کیا ہے کہ اس کتاب کی جملہ احادیث صحیح ہیں۔ جو ائمہ اور حفاظ کی کتابوں میں مروی اور جس کی روایت انہوں نے مختلف شہروں کے اپنے مشائخ سے کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

فدعتنی الحمیة لمحبتهم علی املاء کتاب یشتمل علی بعض مار وینا عن مشائخنا فی البلد ان من احادیث صحیحة من کتب الائمة والحفاظ فی مناقب امیر المومنین علیؑ.

ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں کنجی کو امام و حافظ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں۔

کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ الشیخ الحافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی المتوفی سنہ ۶۵۸ھ

حافظ کا درجہ اصطلاح حدیث میں بہت عظیم الشان ہے۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں اس لقب کی جلالت کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

والحافظ اعلیٰ من المفید فی العرف کما ان الحجة اعلیٰ من الثقه

علی قاری مجمع المسائل شرح الشمائل میں لکھتے ہیں۔

الحافظ المراد به حافظ الحدیث.............. ثم الحافظ فی الاصطلاح من احاط بمآة الف حدیث متنا و استادا.

عبدالوہاب شعرانی لواقح الانوار میں جلال الدین سیوطی کے حالات میں حافظ کی تشریح بقول

ابن حجراس طرح فرماتے ہیں۔

وكان الحافظ ابن حجر لقول الشروط التى ........... فهذا الشروط من جمعها فهو حافظ.

انہیں حافظ گنجی نے کفایۃ الطالب کے باب (۳۴) میں امیرالمومنینؑ کے لئے لقب باب علم رسولؐ کو استعمال کیا ہے۔

شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام نے امیرالمومنینؑ کی زبان حال سے جو اظہار کیا ہے۔اس میں حدیث شریف کی طرف واضح اشارہ کیا ہے چنانچہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں فرماتے ہیں۔

قال سلطان العلماء فى عصره ........... ونفعنا به فى كل حال

يا قوم نحن اهل البيت ........... ادينتنى منك حتى ظننت انك انى.

عزالدین بن عبدالسلام کی جلالت قدر کا اندازہ کرنے کے لئے حسب ذیل تراجم وسیر کا طالعہ کیجئے۔

العبر ذہبی، مرآۃ یافعی، طبقات انسوی واسدی، حسن المحاضرۃ سیوطی۔

جلال الدین محمد بن محمد بلخی معروف بہ مولانا روم نے حدیث مذکور کو اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے۔مسلمانوں میں مثنوی کی جلالت قدر اس سے مستغنی ہے کہ اس پر روشنی ڈالی جائے۔بس اتنا ہی کافی ہے کہ ''ہست قرآں درزبانِ پہلوی'' تک کہہ دیا گیا ہے۔اس کے بھی حافظ ہوتے ہیں اور باضابطہ تلاوت کی جاتی ہے۔ایک کتاب مقدس کا سا اعتقاد اس کے ساتھ وابستہ ہے۔

مولوی صاحب مثنوی میں فرماتے ہیں۔

از علی آموز اخلاص عمل ........ شیر حق راداں منزہ از دغل
در غزا ابر پہلوانے دست یافت ........ زود شمشیرے برآورد و شتافت
او خدو انداخت بر روئے علیؑ ........ افتخار ہر نبی و ہر ولی

او خد اونداخت بر روئے کہ ماہ سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ

کہتے کہتے فرماتے ہیں۔

راز بکشا اے علی مرتضے اے پس از حسن القضا سوء القضا

یا تو گو آنچہ عقلست یافتست یا بگویم آنچہ بر من تافتست

از تو بر من تافت چوں داری نہاں ہنیشانی نور چوں مہ ہر زماں

لیک اگر در گفت آید قرص ماہ شبروان راز ود تر آرد براہ

از غلط ایمن شوند واز ذہول بانگ مہ غلب مشود بر بانگ غول

ماہ بے گفتن چو باشد رہنما چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا

چوں تو بابی آں مدینہ علم را چوں شعاعی آفتاب حلم را

مولوی عبدالعلی انصاری معروف بہ بحر العلوم شرح مثنوی میں لکھتے ہیں۔ "چوں تو بابی آں مدینہ علم را" اشارہ است بایں حدیث "انا مدینۃ العلم وعلی بابہا" مدینہ علم ہستیم وعلی باب آں مدینہ اند وایں حدیث را ترمذی وحاکم روایت کردہ است الخ

مولوی روم مسلمانوں میں کتنے بلند پایہ سمجھے جاتے ہیں اور ان کی جلالت شان کس درجہ پر ہے۔ اسے معلوم کرنے کی اگر ضرورت ہو تو حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

طبقات الحنفیہ عبدالقادر قرشی، نفحات الانس جامی، جامع السلاسل مجد الدین بدخشانی، شرح مثنوی مولوی عبدالعلی بن نظام الدین معروف بہ ابحر العلوم۔

ابوزکریا محی الدین یحیٰی بن شرف نووی نے بھی اپنے اشعار میں بھی حدیث مذکور کو نظم کیا ہے۔ ابوزکریا نووی کی توثیقات کے لئے کتب ذیل کی ورق گردانی فرمائیے۔

تتمۃ المختصر ابن الوردی، تذکرہ الحفاظ، العبر ذہبی، مرآۃ یافعی، طبقات السبکی واسدی، النجوم الزاہرہ، جمال الدین ظاہری، طبقات سیوطی، تاریخ خمیس، اسماء رجال المشکوۃ اتحاف النبلا صدیق حسن خاں۔

شریف الدین مصلح بن عبداللہ معروف بہ سعدی، نے بھی مضمون حدیث مدینۃ العلم کو نظم

کیا ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرمودہ

منم کز جاں شدم مولائے حیدرؑ امیر المومنین آں شاہ صفدر

علیؑ کورا خدا بے شک ولی خواند بامر حق ولی کردش پیمبرؐ

کہ بعد از مصطفیٰ در جملہ عالم نہ بدُ فاضلتر و بہتر ز حیدرؑ

مسلم بد سلونی گفتن اورا کہ علم مصطفیٰ را او بود در

سعدی کی جلالت قدر بیان سے مستغنی ہے تفصیل کے لئے نفحات الانس جامی اور تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ملاحظہ ہو۔

محب الدین احمد بن عبداللہ طبری شافعی مکی ''الریاض النضرۃ'' میں فرماتے ہیں

وذکر اختصاصہ بانہ باب دار العلم..........وقا انامدینہ العلم و علی بابھا

محب الدین طبری کے لئے حسب ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیے

تذکرہ الحفاظ، معجم وعبر فی خبر من غبر، دوول الاسلام ذھبی وتتمۃ المختصر ابن الوردی، طبقات شافیعہ سبکی ووانی بالوفیات خلیل بن ایبک صفوی وطبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی، توضیع الدلائل سید شہاب الدین احمد۔

یہی محب الدین طبری ذخائر العقبیٰ میں حدیث مذکور کی حسب ذیل الفاظ میں روایت کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

ذکر انہ رضی اللہ عنہ باب دار العلم و باب مدینہ العلم عن علی رضی اللہ عنہ..........فمن ارادالعلم فلیاتہ من بابہ.

احمد بن منصور گازرونی نے مفتاح الفتوح میں جناب امیرؑ کے القاب میں ''باب العلم'' لقب ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

ابوالحسن علی بن ابی طالب اول من سماۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین خاتمہ الخلفاء الراشدین..........باب العلم و معدن الفضل الخ

مفتاح الفتوح مصابیح کی معروف و مشہور شرح ہے اس کا ذکر بھی صاحب کشف الظنون میں

کیا ہے۔

حسین بن محمد معروف بہ امیر حسینی فوزی نے نزھۃ الارواح میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے لکھتے ہیں۔

آن سرور مطلبی و ابن عم نبیؐ آن اصل شجرہ ولایت و آن فرع ثمرہ ہدایت آنکہ بے او مدینہ علم را در بایست و آنکہ باو مصر دین را، ہیچ درنمی بایست

نزھۃ الارواح بہت مشہور کتاب ہے۔ جامی نے نفحات الانس میں کاتب چلپی نے کشف الظنون میں فوزی اور ان کی کتاب کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

صدر الدین ابراہیم بن محمد حموی جوینوی نے کتاب فرائد السمطین میں اس حدیث شریف کی روایت کی ہے۔

صاحب ینابیع المودہ نے بھی حموی کی حدیث کا ذکر کیا ہے۔

صدر الدین حموی کے حالات اور ان کی منزلت معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل کتب ملاحظہ ہوں۔

معجم مختص، تذکرہ، العبر ذہبی، مرآۃ یافعی، طبقات اسنوی، نظم درر السمطین زرندی، توضیح الادلائل شہاب الدین، جواہر العقدین سمہودی۔

نظام الدین اولیاء، نظام الدین محمد بن احمد بخاری اس حدیث کی حتمی روایت فرماتے ہیں۔ عبدالرحمٰن چشتی مرآۃ اسرار میں احوال جناب امیرؑ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

"دمیر سید محمد کرمانی در سیر الاولیاء ملفوظ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء نقل می کند کہ او باوسف بذل ورزم و دوغا وفقر وصفا میان صحابہ کرام ممتاز بود.........................

نظام الدین کتنے بلند پایہ کے بزرگ تھے اس کے لئے:

نفحات الانس جامی، جامع السلاسل مجد الدین بدخشانی، اخبار الاخیار عبدالحق دہلوی، مرآۃ اسرار عبدالرحمٰن چشتی اور الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ تالیف شاہ ولی اللہ ملاحظہ فرمائیے۔

جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن مزی نے تہذیب الکمال میں اس کی روایت کی ہے۔

جمال الدین اپنی کتاب میں ابو الصلت الھروی کے حالات کے ذیل میں اس حدیث کی

توثیق کرتے ہوئے یحییٰ بن معین کے اس افادہ کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں انہوں نے حدیث شریف کو صحیح کہا ہے۔

صلاح الدین خلیل بن کلیکلدی علائی دمشقی نے اثبات و تحقیق حدیث مذکور میں سعی بلیغ کی ہے۔ سخاوی مقاصد حسنہ میں کہتے ہیں۔

**العلائی بالتوقف فی الحکم علیه .............ارحم امتی بامتی یعنی الماضی وهو ضیع معتمد.**

حدیث مذکورہ کی تحقیق و اثبات کے سلسلہ میں علائی کے افادات کو سیوطی نے لآلی مصنوعہ، قوت المقتذی اور نکت بدیعات میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس آخری کتاب میں ان کی افادات کا ملخص یوں بیان فرمایا ہے۔

**وملخصه ان قال هذا الحدیث.....یکون ضعیفا فضلا عن ان یکون موضوعا**

حافظ علائی کا حدیث مذکور کو حدیث حسن کہنا حسب ذیل کتب میں بھی ہے۔ احادیث مشتہرہ زرکشی، درر منتشرہ سیوطی، جواہر العقدین سمہودی، سبل الہدیٰ شامی، تنزیہ الشریعہ ابن عراق کنانی، تذکرہ فتنی، مرقاۃ ملا علی قاری، فیض القدیر مناوی، حاشیہ مواہب نورالدین شبرالمسی، قول مستحسن حسن زبان۔

سید علی بن شہاب الدین ہمدانی نے جابجا اس حدیث شریف کی روایت کی ہے۔

المودۃ فی القربیٰ میں فرماتے ہیں:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..................عن ابن مسعود وعن انس مثل ذالک

کتاب السبعین میں فرماتے ہیں

الحدیث الثانی والعشرون قال جابر.....................امام البردۃ وقاتل الفجرۃ مخذول من خذلہ منصور من نصرہ....................رواہ ابن المغازی۔

روضۂ فردوس میں امیر المومنین کو باب مدینۃ العلم لکھتے ہیں۔ الباب الاول فتح بما یردی باب مدینۃ العلم ......................علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

قصیدہ ابن الافارض کی شرح میں بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

سید علی ہمدانی نے شیخ طالب داؤد کے لئے ایک اجازہ لکھا ہے جس کا ذکر مجد الدین بدخشانی نے جامع السلاسل میں کیا ہے۔ اس اجازہ میں حضرت کے اسم گرامی کا جن القاب کے ساتھ تذرہ کیا ہے ان میں بھی لقب باب مدینۃ العلم موجود ہے۔

سید علی ہمدانی کی جلالت قدر معلوم کرنے کے لئے خلاصۃ المناقب نور الدین بدخشانی، نفحات جامی، کتائب کفوی، جامع السلاسل مجد الدین بدخشانی، توضیع الادلائل شہاب الدین، فواتح میبدی، سمط مجید شیخ احمد قشاشی، اشباہ ولی اللہ ملاحظہ فرمایئے۔

☜ فخر الدین عبدالرحمٰن بن عبدالرزاق قبطی مصری نے حدیث مذکور کو اپنے اشعار میں نظم کیا ہے۔ تقی الدین بن حجۃ حموی نے خزانۃ الادب میں بہ سلسلہ نوع طباق فخر الدین کے دیوان سے کچھ شعر نقل کئے ہیں۔ فخر الدین کے حالات درر کامنہ عسقلانی میں ملاحظہ ہوں۔

☜ شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری حیواۃ الحیوان میں حدیث مذکور کو نقل کیا ہے جناب امیرؑ کے مناقب کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ومناقبه رضی الله تعالیٰ عنه کثیره ............... انامدینته العلم و علی بابها.

دمیری کی توثیق کے لئے کتب ذیل ملاحظہ ہوں۔

طبقات اسدی، ضوء لامع سخاوی، حسن المحاضرہ سیوطی، مدینۃ العلوم ازنیقی، ابجد العلوم صدیق حسن خاں۔

☜ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے نقد الصحیح میں حدیث مذکور کے ثابت کرنے میں بڑی سعی جمیل فرمائی ہے۔ اور ابن جوزی وغیرہ کی رد میں داد تحقیق دی ہے۔

فرماتے ہیں:

حدیث انامدینه العلم ............... وقال مثل ذالک جماعته وعدے فی ذالک.

اس کے بعد ممدوح نے ابن معین کے متعلق ان کے افادات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور طرق حدیث کے متعلق تفصیل سے بحث کی ہے۔ آخر میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث ابو معاویہ اور شریک دونوں کے طرق ملا کر درجہ حسن صحیح پر پہنچی۔ ضعیف بھی نہیں ہے چہ جائیکہ موضوع کہی جائے۔ جس

نے اس کو موضوع کہا ہے اس کا میں نے کوئی طریقہ نہیں پایا جو مذکورہ دونوں طرق میں مؤثر ہو۔

فیروز آبادی کی توثیق کے لئے کتب ذیل کی سیر کیجئے۔

تاریخ البلد الامین تقی الدین فاسی، طبقات الشافعیہ اسدی، ضوئلامع سخاوی، بغیۃ الوعاۃ سیوطی، کتائب کفوی، مدینۃ العلم ازنیقی، شقائق نعمانیہ طاشکبری زادہ، بدر طالع شوکانی، اتحاف، ابجد العلوم، تاج مکلل صدیق حسن خاں۔

شمس الدین محمد بن محمد جزری نے اسنی المطالب میں حدیث شریف کی تین طرق سے روایت کی ہے۔

(۱) جناب امیر سے جس کے الفاظ یہ ہیں انا دار الحکمۃ وعلی بابھا

(۲) حاکم نے جناب ابن عباس سے روایت یوں نقل کی ہے انا مدینۃ العلم و علی بابھا فمن ارادلعلم فلیاتھا من بابھا.

(۳) جناب جابر کی روایت یوں نقل کی ہے۔ انامدینتہ العلم و علی بابھا فمن ارادالعلم فلیات الباب

کتاب اسنی المطالب میں اس کے مولف نے حمد وصلواۃ کے بعد جو عبارت لکھی ہے اس میں اظہار کیا ہے کہ یہ ان احادیث مسندہ کا مجموعہ ہے جو متواتر و صحیح و حسن ہیں۔ وہ عبارت درج ذیل ہے۔

وبعد فھذہ احادیث مسندہ مماتواتر و صح و حسن .......... علی ذالک ویقربنالدیہ.

جزری کی توثیقات کے لئے کتب ذیل مطالعہ فرمائیے۔

معجم شیوخ تقی الدین تالیف نجم الدین انباء القمر ابن حجر عسقلانی درعقود فریدہ مقریزی، ضوء لامع سخاوی، حبل متین، شرح شمائل ترمذی، فضل بن روزبہان شیرازی، طبقات الحفاظ، حسن المقصد، میزان لمعدلتہ، اتقان سیوطی، صواعق محرقہ ابن حجر مکی و مقالیہ الاسانید ثعالبی۔

ملک العلماء دولت آبادی نے ہدایت السعداء میں دو جگہ اس حدیث شریف کی صراحت فرمائی ہے۔

ابوالفضل احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں حدیث مذکور کی روایت فرمائی ہے۔ انہیں ابن حجر عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں بھی اس حدیث کو ثابت کیا ہے۔

ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں تصریح کرتے ہیں کہ اس حدیث کے طرق بہت ہیں اور اس کی اصل متحقق ہے اور اس کو موضوع کہنا باطل ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی جلالت قدر اس سے زیادہ ہے کہ ان کی توثیقات کی ضرورت ہو۔ نخلی نے رسالہ السانید میں ابن حجر کو امیر المومنین فی الحدیث تک کہہ دیا ہے۔ حافظ سخاوی نے ان کو علی الاطلاق احفظ اہل الافاق کہا ہے۔

شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں متعدد مرتبہ اس کی روایت کی ہے۔ موصوف نے اسمائے جناب امیر کے تذکرے میں لکھا ہے

**ومنها باب مدينة العلم عن علي رضى الله عنه ............ وقال كما في الحديث.**

اس کے بعد موصوف حدیث مذکور کی شرح میں جو کچھ لکھتے ہیں اس کا ماحصل یہ ہے کہ دروازہ گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں حائل اور مانع کو زائل کرنے کا سبب ہے۔ جو شخص علم کا طالب ہوگا اور اسے علی سے طلب نہ کرے گا تو وہ مقصود کا ادراک نہ کرسکے گا کیونکہ حضرت صاحب علم و عقل و بیان تھے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان عالم ہو مگر بیان پر قادر نہ ہو حضرت علی تمام صحابہ میں اس صفت میں مشہور تھے لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ علم کا دروازہ اس کی روایت اور اس کا استنباط علی ہی کے ذریعہ سے ہے تمام صحابہ کا اجماع ہے آپ علم میں سب کا مرجع تھے آپ کے فتویٰ پر سب کو اعتماد تھا۔ اور تمام صحابہ مشکلات میں آپ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اور ان پر سبقت نہیں کیا کرتے تھے اسی لئے تو حضرت عمر نے کہا تھا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

نورالدین علی بن محمد معروف بابن صباغ مالکی مکی نے اپنی کتاب فصول مہمہ میں بطریق حتم و جزم اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

عبداللہ محمد مطیری نے اپنی کتاب الریاض الزہرہ کا ماخذ فصول مہمہ کو بتایا ہے اور مولوی اکرام الدین بن نظام الدین دہلوی نے اپنی کتاب سعادت الکونین میں جابجا فصول مہمہ سے استفادہ کیا ہے اور یہی طریقہ صاحب ینابیع المودۃ نے بھی اختیار کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ بہت سے علماء نے بھی اپنی کتابوں میں فصول مہمہ سے احادیث و اخبار کو نقل فرمایا ہے۔

حسین بن علی الکاشی معروف بہ واعظ بیہقی روضۃ الشہداء میں جناب امیرالمومنین کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وکیفیت دانش از نکتہ کامل انا مدینۃ العلم وعلی بابہا مبین گشتہ۔ حکیم سنائی فرماید......

| | |
|---|---|
| ہم در علم و ہم علمدارش | خواندہ در ملک و دین مختارش |

امیرالمومنین کے وفور علم و حکمت کے تذکرے کے بعد کہتے ہیں۔

درین باب شیخ فرید عطار رحمۃ اللہ فراید۔ فردیات

| | |
|---|---|
| وزاں اندر دلش صد علم بکشاد | نبی در گوش او یک علم در داد |
| درآں شہر بے شک حیدرؑ آمد | چو شہر علم دیں پیغمبرؐ آمد |

کتاب روضۃ الشہداء حضرات اہلسنت میں بہت مشہور و مقبول کتاب ہے۔ علماء نے اس کے بہت سے ترجمے کئے ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے، محمد بن سلمان بغدادی متوفی...... ۹۷۰ھ کے ترجمہ حدیقۃ السعداء اور جامی مصری کے ترجمہ سعادت نامہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے ترکی زبان میں ترجمہ کا ذکر قطب الدین محمد بن علاء الدین مکی حنفی نے کتاب الاعلام میں کیا ہے۔

جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین سیوطی نے اپنی متعدد کتابوں میں حدیث کی روایت کی ہے۔ اور مختلف افادات کے ذریعہ سے اس کو ثابت کیا ہے۔

قول جلی کے شروع میں سیوطی نے اس کتاب کے لئے خود جو الفاظ لکھے ہیں وہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں جن سے کتاب کے اعتبار پر روشنی پڑے گی۔ فرماتے ہیں۔

وبعد فهذه نبذه من قطرة من قطرات ............ الاستمساک بحب اهلبیت اشرف مامول.

سیوطی نے اپنی اس کتاب کا رسالہ اصول حدیث میں بھی ذکر کیا ہے اور ان کی اس عبارت کا ترجمہ مولوی صدیق حسن خاں نے الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ میں درج کیا ہے۔

النکت البدیعات میں ابن جوزی کے قول کو باطل کر کے حدیث مذکورہ کو ثابت کیا ہے۔ اور علائی کے قول کو نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ لآلی مصنوعہ میں ممدوح نے اور زیادہ کدوکاوش حدیث مذکور کے اثبات میں فرمائی ہے اور معترضین کی ردو قدح میں افادات جلیلہ پر قلم کی ہیں۔ علامہ سیوطی کو حدیث مذکور کے سلسلے میں اتنی دلچسپی تھی کہ ممدوح نے ایک مستقل رسالہ اس کے طرق واسناد میں لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے مصنفات کی فہرست دیکھئے تو اس میں آپ کو یہ الفاظ بھی ملیں گے۔ ''جزء فی طرق حدیث انامدینتہ العلم و علی بابھا''۔

نورالدین عبداللہ سمہودی جواہر العقدین میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے چند علمی فضائل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

**ھذا واشباھہ مما جاء فی فضیلۃ علی............رواۃ الترمذی من حدیث علی مرفوعا انامدینتہ العلم و علی بابھا.**

فاضل رشید الدین نے ایضاح لطافتہ القال میں سمہودی کے جواہر العقدین کو ان کتب میں شمار کیا ہے جو اہلسنت کے دامن کو عار ناصبیت سے پاک کرنے والی ہیں۔ اور یہ بتلاتی ہیں کہ سنی بھی محب اہل بیت ہوتے ہیں۔ جواہر العقدین کے صدر علامہ سمہودی نے اس کتاب کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ حضرات اہلبیت طاہرینؑ کے دشمنوں کی تعداد آج کل انتہا کو پہنچی ہے۔ اس لئے میں یہ کتاب ان کے فضائل ومناقب میں لکھ رہا ہوں۔

فضل اللہ بن روزبہان شیرازی نے ابطال الباطل میں جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ کے جواب میں اس حدیث شریف کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔ ضوء لامع میں سخاوی نے تفصیل سے ابن روزبہان کے محامد لکھے ہیں۔ فاضل رشید الدین نے بھی اپنی تالیفات میں ان کی بڑی عظمت وجلالت کا اظہار کرتے ہیں اور صاحب منتہی الکلام بھی ان کی ذات پر فخر کرتے نظر آتے ہیں۔

عبدالعزیز بن عمر معروف بہ ابن فہد ہاشمی مکی نے اپنے اشعار میں حدیث مذکور کو نظم کیا

ہے کتاب غائیۃ المرام باخبار سلطنۃ البلد الحرام میں فضائل جناب امیر میں چند شعر درج کرتے ہیں ان میں سے دوسرے شعر میں حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

صھرا لرسول اخوہ باب علومہ        اقضیٰ الصحابۃ ذو الشمائل و الشلیم

ابن فہد کی توثیقات کے لئے ضوالامع، کتاب الاعلام قطب الدین، کفایۃ المطلع دہان مکی ملاحظہ فرمائیے۔

شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مصری نے جناب رسول خداؐ کے اسمائے مبارکہ میں "مدینۃ العلم" لکھا ہے۔اور حدیث مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مواہب لدنیہ میں حرف میم کے اسماء کی فہرست میں المدثر، المدنی کے بعد "مدینۃ العلم" لکھا ہے۔

قسطلانی کے اعتبار کا علم حاصل کرنے کے لئے ضوء لامع، ذیل ضوء لامع، لواقع الانوار، نور سافر، مقالیہ الاسانید وغیرہ دیکھئے۔

جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی نے اپنے رسالہ زوراء کی شرح میں ایک جگہ حدیث مذکور کو ذکر کیا اور دوسری جگہ حضرت کے لقب باب مدینۃ العلم کا تذکرہ کیا ہے۔

دوانی کی وثاقت کے لئے ضوالامع، نور سافر، حاشیہ روض الاخیار، اماسی، بدر طالع اور حبیب السیر وغیرہ دیکھئے۔

قاضی کمال الدین حسین بن معین میبدی نے شرح دیوان منسوب بہ امیر المومنین میں جو فواتح کے نام سے مشہور ہے حدیث مذکور کی روایت کی ہے۔میبدی کی توثیق کے لئے کتاب حبیب السیر کا مطالعہ فرمائیے۔

حاجی عبدالوہاب بند محمد بخاری نے تفسیر انوری میں آیہ مودت کی تفسیر لکھتے ہوئے مناقب اہل بیتؑ کا ذکر کیا ہے اسی میں لکھتے ہیں۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال اخذ رسول اللہ..................فمن اراد علم فلیات الباب رواہ ابن المغازلی۔

عبدالوہاب بخاری کی توثیقات کے لئے اخبار الاخیار عبدالحق دہلوی اور تذکرہ الابرار سید محمد

بن سید جلال ماہ عالم بخاری کی ورق گردانی کیجئے۔

محمد بن یوسف شامی نے سبل الھدے والرشاد اسمائے مبارکہ جناب سرور کائناتؑ کے تذکرے میں حدیث شریف کی روایت کی ہے۔ شامی کے لئے لوائح الانوار خیرات حسان ابن حجر مکی، ریحانۃ الالباء خفاجی۔ فتح المتعال مقری، کفایۃ المطلع مکی، کشف الظنون، رسل اصول حیدث عبدالعزیز دہلوی وغیرھا کا مطالعہ کیجئے۔

شیخ ابوالحسن علی بن محمد عراق کنانی نے تنزیہ الشریعہ میں اس کی روایت کی ہے اور اس کے حسن ہونے کی تائید کی ہے۔ کہتے ہیں۔

حدیث انادار الحکمه و علی بابها ابن بطة مانع.........هذا هو المعتمد و کذا حسنه العلائی.

ابن حجر مکی نے اپنی متعدد کتابوں میں جا بجا حدیث شریف کی روایت کا شرف حاصل کیا ہے۔ صواعق میں کثرت فضائل جناب امیر المومنین کے اظہار کے بعد احادیث کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

الحدیث التاسع اخرج البزار و الطبرانی فی الاوسط..........علی بابها وافی اخری عند ابن عدی علی باب علمی.

شرح قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں وارثان علم میں جناب رسالت مآب کے بیان میں لکھتے ہیں کہ

علی رضی الله عنه لقوله صلی الله علیه وسلم فی الحدیث الحسن..........فانما هو من علی کرم الله وجهه

تیسرے شعر "لم یزده کشف الغطا یقینا...... بل هو الشمس ماعلیه غطاء" کی شرح میں پھر اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور علماء کے چار قول اس کے متعلق لکھے ہیں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع اور پھر حسن ہونے کو اپنی تحقیق کہا ہے۔ موضوع سمجھنے والے علما کی طرف تساہل کی نسبت دی ہے اور بعض لوگوں کا خیال اس کے ضعیف ہونے کے متعلق صرف اس سند کے لئے ظاہر کیا جس میں ابو الصلت ہروی ہیں اور یہ بعض لوگ وہ ہیں جو ہروی کو ضعیف سمجھتے

ہیں دوسرے علمانے بھی اس کی رد کی ہے۔

موصوف تطہیر الجنان میں معاویہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات دیتے ہوئے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں اور اس کو حسن کہتے ہیں۔

ابن حجر کے لئے لوائح الانوار، ریحانۃ الالباء خفاجی، نور سافر، تحفہ بہیہ شرقاوی، براہین قاطعہ جہرمی، شرح شمائل بلخی، شرح مشکوۃ قاری، وغیر ہا کا مطالعہ فرمائیے۔

علی بن حسام الدین معروف بہ علی متقی نے متعدد طرف سے روایت کی ہے کنز العمال فرماتے ہیں۔

انامدینتة العلم و علی بابها.......... عن جابر

علی متقی کے لئے قوی نقی فی مناقب المتقی تصنیف عبدالقادر بن احمد الفاکہی واتحاف التقی فی فضل الشیخ علی المتقی تصنیف شیخ عبدالوہاب متقی قادری، زادالمتقین واخبار الاخیار عبدالحق دہلوی، نور سافر، عیدروس یمنی، سبحۃ المرجان آزاد بلگرامی، کفایۃ المطلع دہان مکی، کشف الظنون کاتب چلپی منتہی الکلام وازالت الغین، مولوی حیدر علی، ابجد العلوم اتحاف النبلا، صدیق حسن ملاحظہ فرمائیے۔

محمد طاہر گجراتی فتنی نے تذکرہ الموضوعات میں اس کے موضوع کہنے والوں کی تکذیب کی ہے۔ گجراتی کی توثیق کے لئے عیدروس کی نور سافر محدث دہلوی کی اخبار الاخیار آزاد بلگرامی کی سبحہ المرجان صدیق حسن خان کی اتحاف النبلاء اور ابجد العلوم وغیر ہا کا مطالعہ کیا جائے۔

میرزا مخدوم جرجانی شیرازی نے اس حدیث کو نواقض الروافض میں وارد کیا ہے چنانچہ فصل ثانی میں فرماتے ہیں

فی فضائل علی بن ابی طالب.......... وصلی علی یوم الثلثاء.

اس کے بعد جناب امیر کے فضائل میں متعدد اخبار واحادیث تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ دیا بن عبدالرحم بن بینا حکیم چشتی عثمانی نے حدیث مذکور کو یقینی طور پر سیر الاقطاب میں ثابت فرمایا ہے ذکر فضائل جناب امیرؑ میں حضرت کے فضائل لکھتے لکھتے کہتے ہیں۔

حضرت شاہ مرداں علی المرتضی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه وصی

دواما دور رازدار ومحرم الاسرارو ابن عم رسول الله صلی الله علیه وسلم است وباد صاف بذل وعطا ورزم وغا موصوف وممتاز شده وکام روائی خلق واعلم وارحم واکرم واشجع واجود وانجب ومعظم ومکرم ومعلی بوده وبکثرت علم وعمل وبقول رسول خدا صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها مخاطب گشته الخ

عبدالرحمان بن عبدالرسول بن قاسم چشتی نے مرأۃ الاسرار میں جناب امیر علیہ السلام کے تذکرہ میں حضرت کے لقب باب مدینۃ العلم کو بھی لکھا ہے فرماتے ہیں۔

پس رسول الله صلی الله علیه وسلم حقائق واسرار نبوت وولایت را خرقه ودیعت نهاد وآن خرقه رادر بر امیرالمومنین علیؑ پوشانید وباب مدینه علم رادر صورت الباس خرقه منور گردانید.

مرأۃ الاسرار کے مطالب سے علماء اہل سنت عموماً تمسک کیا کرتے ہیں' شاہ ولی اللہ نے اپنے رسالہ انتباہ میں اور رشید الدین نے ایضاح مرآۃ الاسرار میں اس کے حوالے دیے ہیں۔

شیخ بن علی بن محمد جفری نے کنز البراہین میں روایت کی ہے۔

وقال صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها ومن ارادالعلم فلیات الباب

علی بن احمد عزیزی نے سراج منیر شرح جامع صغیر میں فرمایا ہے:

انا مدینة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فلیات الباب' یوخذ منه انه للعالم ان الناس بفضل من عرف فضله لیاخذو اعنه العلم عق عد طب ک عن ابن عباس عدک عن جابر بن عبدالله قال الشیخ حدیث حسن لغیره ای باعتبار طرقه.

عزیزی کی توثیق کے لئے خلاصۃ الاثر محمد امین محبی ملاحظہ ہو۔

نورالدین علی بن شبراملسی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے مواہب لدینہ پران کا ایک حاشیہ ہے تیسیر المطالب کے نام سے اس میں اسماء جناب رسالت مابؐ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

قوله مدینة العلم روی الترمذی وغیره مرفوعاً انا مدینة العلم وعلی بابها

والصواب انه حديث حسن كما قاله الحافظ العلائی و ابن حجر.

شبراملسی کے لئے خلاصة الاثر محبی تضيد العقود رضی الدين شامی اور رسالہ مشائخ نخلی مکی ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ تاج الدین سنبھلی رسالہ اشغال نقشبندیہ میں اس طریقہ کا ذکر کرتے ہوئے جناب امیرؑ کے لقب باب مدینة العلم کا تذکرہ کرتے ہیں۔

والطريقة الاخرى للامام جعفر ابا عن جد الیٰ باب مدينة العلم معروفه.

رسالہ انتباہ ولی اللہ دہلوی میں سنبھلی کے اس رسالہ کا تذکرہ موجود ہے اور موصوف شاہ ولی اللہ کے مشائخ طریقت میں سے ہیں بلکہ عبداللہ بن سالم بصری کے مشائخ میں بھی ہیں اور ان کا شمار ان مشائخ سبعہ میں ہے جن سے اتصال پر شاہ صاحب نے حمد وشکر الٰہی کا اظہار کیا ہے جیسا کہ رسالہ انتباہ کے مطالعہ سے واضح ہوگا۔

ابراہیم بن حسن کردی کورانی نبراس میں روایت کرتے ہیں:

والصلوٰة والسلام على محمد النبی.............................. والترمذی والحاكم عن علی.

کورانی کی وثاقت معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہو۔ سلک الدرر محمد خلیل آفندی' رسالہ مشائخ نخلی مکی رسالہ امداد سالم بن عبداللہ فخر الحسن اورنگ آبادی دہلوی قول مستحسن حسن زماں وغیرہا......

خود صاحب تحفہ اثناعشریہ نے تحفہ میں بعض مقامات پر کردی کی عبارت سے تمسک کیا ہے۔

اسماعیل بن سلیمان کردہ بصری جلاء النظر میں محقق دوانی کی کتاب الزوراء کی ایک عبارت کی شرح کررہے ہیں جس میں ابن تیمیہ کی رد کی ہے اس نے جناب امیر علیہ السلام کی طرف خطا کی نسبت دی ہے حالانکہ آپ کی شان میں پیغمبر خدا کی حدیث انا مدينة العلم وعلی بابها' عبارت کا وہ حصہ درج کیا جاتا ہے:

وقد زاد ابن تيمية باشياء.............................. انا مدينة العلم وعلی بابها.

محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شرح مواہب لدنیہ میں اسماء جناب رسول خدا کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مدينة العلم كما قال.................. من يسمى الحسن صحيحاً.

زرقانی اوران کی شرح کے لئے حسب ذیل کتب ملاحظہ ہوں:

سلک الدرر محمد خلیل مراوی رسالہ' اسانید ابو محمد بن محمد الامیر المصری' کشف الظنون چلپی' سیرت نبویہ' دحلان شافعی وغیرہ۔

سالم بن عبداللہ بن سالم بصری رسالہ امداد' بعرفۃ علوالاسناد سلسلہ' نقشبندیہ کے ذکر میں دو جگہ حضرت کے لقب باب مدینۃ العلم کا تذکرہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

والمعروف قدس سره نسبة اخرى يتصل بها الىٰ دائود الطائی.................. الی باب مدینۃ العلم

سالم بن عبداللہ کے لئے رسالہ اسانید محمد مصری' رسالہ ارشاد شاہ ولی اللہ' اتحاف الاکابر شوکانی' ابجد العلوم صدیق حسن خاں ملاحظہ فرمائیے۔

محمد بن عبدالرسول برزنجی کردی مدنی نے اپنے رسالہ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ میں پہلے تو علی قاری کے رسالہ مذہب المہدی سے وہ حکایت موضوعہ نقل کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جناب خضر نے معاذ اللہ ابو حنیفہ سے علم حاصل کیا اس کے بعد اس کی رد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ثم العجب من الخضر انه.................. كعلى باب مدينه العلم.

صاحب تحفہ کے والد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے قرۃ العینین میں حدیث شریف بعنوان قطعی ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

وآں حضرت صلى الله عليه وسلم اور ابعلم گواهى دادند انا مدينة العلم وعلى بابها وتبفوق ورقضا كه اقضاكم علے.

دوسری جگہ اسی کتاب میں یوں روایت کرتے ہیں:

وقال يعنى رسول الله صلى الله عليه وسلم انا مدينة العلم وعلى بابها.

قرۃ العینین میں تیسری جگہ فرماتے ہیں۔ چنانکہ از کتب حدیث ظاهر است انا مدينة العلم وعلى بابها.

اسی قرۃ العینین میں فرماتے ہیں:

و درباب مرتضی فرمود "اقضا کم علی و انا مدینة العلم و علی بابها."

قرۃ العینین میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

قوله انا مدینة العلم و علی بابها.............. و کمال مرتضی در علوم دینیه وتقدم ادبه بسیاری از صحابه در آن باب اشہر از آنکه کسی انکارا وبکنید.

شاہ صاحب ازالۃ الخفاء فضائل امیر المومنینؑ میں لکھتے ہیں:

وعن ابن عباس رضی الله عنهما.............. ومن ادالعلم فلیات الباب.

خود صاحب تحفہ اپنے ایک رسالہ میں جسے اپنے والد کے عقائد کے بیان میں لکھا ہے اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں حدیث مذکور کی روایت کی ہے چنانچہ ان کی یہ عبارت ذخیرۃ العقبیٰ عاشق علی خان دہلوی سے نقل کی جاتی ہے:

"ودر مناقب حضرت امیر المومنین خاصۃً حدیث غدیر خم وانت منی وانا منک ومن فارقک یا علی فقد فارقنی وحدیث ائتنی خلقک الیک ونا مدینة العلم وعلی بابها وحدیث امیر البررۃ وقاتل الفجرۃ ودیگر احادیث بے شمار در تصانیف ایشاں ثبت است وحدیث رد شمس برائے حضرت علی مرتضی کہ از قدیم محدثین در صحت آن اختلاف دراند آن بطریق صحیح از شیخ ابو طاهر مدنی تا ابو القاسم طبرانی روایت کرده انه وشواهد آن را از طحاوی و دیگر محدثان عمده نقل کرده حکم بصحت آن نموده اند و از کرامات حضرت علی مرتضی چند واقعه را بطریق صحیحه روایت فرموده اند.

شاہ صاحب کی جلالت قدر معلوم کرنے کے لئے خود انہیں کی تالیفات میں سے تفہیمات الٰہیہ وفوز کبیر کے علاوہ دراسات اللبیب، محمد معین مدارج الاسناد ارتضا عمری تحفہ اثنا عشریہ دہلوی، ایضاح وعزۃ الراشدین رشید الدین الذلته العینین ومنهتی الکلام حیدر علی وغیرہا ملاحظہ ہوں۔

محمد معین بن امین السندی نے دراسات اللبیب میں جناب امیرؑ کے لقب باب مدینة العلم کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

فمن باب مدینة العلم رضی الله انه قال لو کان الدین بالقیاس لکان باطن

الخف اولیٰ بالمسح من ظاهره.

محمد معین مشاہیر محققین اہلسنت میں ہیں عبدالقادر مفتی مکہ کے شاگرد ولی اللہ دہلوی کے معاصرین میں ہیں۔ کتاب دراسات اللبیب بھی مشہور ومعروف کتاب ہے۔

شیخ محمد بن سالم حفنی شافعی جامع صغیر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قولهه فلیات الباب یعنی علیا.................. سیل علیاً فانه العلم منی.

محمد مبین بن محب اللہ بن ملا احمد عبدالحق سہالوی وسیلۃ النجاۃ میں فرماتے ہیں:

اما بیان علم وحکمت وحل مشکلات وفصاحت وذکا وجودت او نه بحدیست که درحیطه تحریر درآید لیکن شمه ازان مرقوم میگر دد طالب صادق راکفایت میکند فرمود رسول خدا صلی الله علیه وآله درحق دے انا مدینة العلم وعلی بابها اخرجه البزار عن جابر بن عبدالله والعقیلی وابن عدی عن ابن عمر والطبرانی عن وکلیهما والحاکم عن علی وابن عمرو زادالطبرانی فی روایة عن ابن عباس مرفوعاً فمن ارادالعلم فلیاته من بابه وهذالحدیث صحیح علی رای الحاکم وقال ابن حجر حسن وهوعند الترمذی وابی نعیم عن علی بلفظ اناردار الحکمة وعلی بابها.

بار بکشا اے علی مرتضے اے پس سوء القضا حسن القضا

چوں تو بابی آں مدینہ علم را چوں شعاعی آفتاب حلم را

باز باش اے باب رحمت تا ابد بارگاه ماله کفور احد

از ہمہ طاعات ابنت بہتر است سبق یابی بر ہر آں سابق کہ ہست

عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے بھی ایک سائل کے جواب میں ثابت و محقق کیا ہے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

سوال نزد اہل حق یعنی اہلسنت و جماعت براہین عقلیہ ونقلیہ ثابت شدہ کہ سوائے حضرات انبیاء وملائکہ عصمت دراحدی ثابت نیست حتی کہ اگر کسے را معصوم گویند درست نیست ولہذا متکلمین وفقہاء عصمت پر غیر انبیاء وملائکہ روا ندارند پس انچہ فخر المحدثین شاہ ولی اللہ سرہٗ در تفہیمات الٰہیہ

وغیرہ صفات اربعہ کہ عصمت وحکمت ووجاہت وعطبیت باطنہ است برائے حضرات ائمہ اثناعشر ثابت کردہ اند وآں ہدایت آب نیز ایں مراتب را در رسالہ در بیان اعتقادات کہ تالیف فرمودہ اند بحضرات ایشاں ثابت فرمودہ اند آنرا بکدم محمل صحیح حمل تواں کرد ودلیلے کہ از کتاب وسنت اجماعیست بر وکدام ست وجواب تخالف ایں قول کہ بہ نسبت مذہب اہل سنت نمایاں شدہ چہ خواہد شد ومع ذالک منافی تفضیل خلفاء ثلاثہ خصوصاً حضرات شخین خواہد شد حالانکہ ایں مسئلہ تفضیل مجمع علیہ اہلسنت است عند من یعتد بہ وعلاوہ خود جناب افادت مآب ہدایت انتساب حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ بہزار ضبط وربط وطمطراق تمام ایں مسئلہ را یعنی تفضیلن خلفاء ثلثہ خصوصاً حضرات شخین را بدلائل عقلیہ ونقلیہ وکشفیہ وجدانیہ وتبضریروانی ومسائل شبانی وترتیب کافی تحریر فرمودہ اند پس جواب تخالف وتعارض ایں مسئلہ مہدہ ثابت متفق علیہا با مسئلہ غریبہ غیر ثابت عند اہل حق چہ خواہد شد۔

جواب: از مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، عصمت وحکمت ووجاہت نزد صوفیہ معانی اصطلاحیہ واز خصوصاً در کتب مصنفہ حضرت والد ماجد قدس سرہ مفصل مذکور اند ایں وقت بہ سبب شدت امراض ممکن نیست کہ بتمہید مقدمات نوشتہ آید اکثر کتب مصنفہ ایشاں موجود اند.........

وحکمت بعنی علم نافع است اگر مکتب باشد ور اصطلاح صوفیہ آزا حکمت نہ نامند بلکہ فضیلت باشد واگر بہ طریق وہب بر دل شخصی وارد شود آں را حکمت نامند لخوقولہ تعہ واتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب وکلا اتینا حکما وعلما خواہ آں علم متعلق بعقائد میباشد یا باعمال یا اخلاق......... انچہ بوحی آید مخصوص بانبیاء است ووہب اعمت بنی وغیر بنی دراں شریک اند وودر حدیث وارداست انا دار الحکمۃ وعلی بابہا وددر روایت مشہور انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ومراد از علم دریںجا ہماں معنی است۔

صاحب تحفہ نے ایک رسالہ اپنے والد کے عقائد کے بیان کرنے کے لئے لکھا ہے اس میں وہ اہلبیت علیہم السلام سے ان کا حسن اعتقاد ظاہر کرتے ہوئے جو عبارت تحریر کرتے ہیں اس میں بھی اس حدیث مبارک کا اعتراف موجود ہے پوری عبارت چونکہ بہت سے حقائق پر مشتمل ہے اس لئے ہم اس کو ذیل میں بے کم وکاست نقل کئے دیتے ہیں:

عاشق علی خاں دہلوی ذخیرۃ العقبیٰ میں اس رسالہ کی عبارت یوں نقل فرماتے ہیں۔

فصل دوم...... در بیان اعتقاد ایشاں در جناب حضرات اہل بیت علی صاحب البیت وعلیہم الصلواۃ والسلام باید دانست کہ اعتقاد در جناب ایشاں دو مرتبہ دارد مرتبہ اول کہ باتفاق شیعہ وسنی لازم ایمان ورکن اسلام است وعوام وخواص درآں شریک اندرا گرد راں مرتبہ قصور کند در خوارج ونواصب معدود شود واز دائرۂ ایمان واسلام بیروں رود معاذ اللہ من ذلک وآں مرتبہ ہمیں است کہ محبت آنحضرت رامثل ایمان بہ پیغمبرؐ فرض شمار وعداوت آنحضرت رامثل کفر جرم انکارد وآنحضرت رایقیناً از اہل بہشت داند وتعظیم وتوقیر پیش آید واں مرتبہ را حضرت ایشاں در رسالہ حسن العقید آ کہ عقائد خود را در آں جمع نمودہ اند وخدائتعالیٰ وملائک وجن وانس برآں عقائد شاہد گرفتہ اندمی فرمایند ونشہد بالجنة والخير لفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم وتوقرهم نعترف بعظم محلهم فى الاسلام یعنی گواہی میدہیم بہت بہشت ونیکی برائے فاطمہؑ زہرا وحسنؑ وحسینؑ رضی اللہ عنہم توقیر وتعظیم میکنیم ایشاں را اعتراف می کنیم بہ بزرگی ایشاں در اسلام دلازم اںمرتبہ اعتقاد آنست کہ دشمنان آنجناب رامبغوض دارد واں معنی را در قصیدہ اطیب النغم فی سید العرب العجم کہ از منظومات ایشاں است وشرح فارسی آں قصیدہ ہم از تصانیف ایشاں ست بایں عبارت ادامی فرمایند۔

وآل رسول الله لازال امرهم قويما على ارغام الف النواصب

یعنی اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ ہمیشہ باد حال ایشاں راست ودرست نجاک آلودہ کردن بینی جمع کے عداوت اہلبیت واند انتہیٰ۔ بندۂ ضعیف گوید خاک آلودہ کردن بینی در محاورہ عرب کنایہ از خواری وذلت وہلاکت است ونواصب فرقہ را گویند کہ عداوت اہل بیت داشتہ باشند۔

پس ازیں نیت ہم اظہار تولاست بجناب حضرات وہم دعائے بدوتبری ست از دشمنان ایشاں ضمیمہ ایں مرتبہ اعتقاد اعتقاد آنست کہ مناقب آں حضرات را کہ از روئے احادیث وآیات ثابت است در تصانیف خود روایت کنند وایں معنی را بالفضلہ تعالیٰ حضرت ایشاں در تصانیف خود بحدی استیعاب فرمودہ انکہ کم کسی ایں مقدار دریں باب سعی وجدہ کردہ باشد آں ہمہ را اگر دریںجا نقل کینم مجلدات میباشد۔ پرداخت واگر کسی را شتیاق ایں مطلب باشد کتاب ازالۃ الخفاء ودیگر

تصانیف کبار ایشاں را مطالعہ نمایدا مابطریق نمونہ چیزی ازیں باب ہم ذکر میکنیم در کتاب مقدمہ............ایں رسالہ رابخاتمہ نیک کہ ذکر مناقب اہل بیت است رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد ازاں مانقب ایں حضرات راہ بتفصیل تمام بیان کردہ ازانجملہ آیہ تطہیر راازروے احادیث ثابت کردہ اندکہ درح ایں پنجتن پاک نازل شدہ وگفتہ اندکہ مراد از رجس گناہ وشرکست چہ ایں حضرات ازگنا وشرک پاک بووند وازانجملہ آیۂ مباہلہ ودیگر آیات رادرحق آں حضرات اعتقاد کردہ اند وحدیث انی تارک فیکم وحدیث انا حرب المن حاربکم وسلم لمن سالم ھم' الاان مثل اھل بیتی فیکم سفینۃ نوح من رکبھانجی ؤتخلف عنھا ھلک واحادیث دیگر را درشان ایں حضرات روایت کردہ اندو ورمناقب حضرت امیرالمومنین خاصۃ حدیث غدیرخم وانت منی وانا منک ومن فارقک یا علی فقد فارقنی وحدیث ائتنی باحب خلقکک الیک وانا مدینۃ العلم وعلی بابھا وحدیث ھذا امیر البررۃ وقاتل الفجرۃ ودیگراحادیث بیشمار در تصانیف ایشاں ثبت است وحدیث ردشمس برائے حضرت مرتضی کہ ازقدیم محدثین درصحت آن اختلاف دارندآنرا بطریق صحیح ازشیخ ابومحامد مدنی تا ابوالقاسم طبرانی روایت کردہ اندوشواہد آنرا ازطحاوی ودیگر محدثان عمل نقل کردہ اند' حکم بصحت آں نمودہ اندوازکرامات حضرت مرتضی چندواقعہ رابطریق صحیح روایت فرمودہ اندودربیاض خودبطریق کشکول فوائد متفرقہ درآں جمع فرمودہ اندمیفرمایند الحمداللہ الذ ملاقلوبنا بمحبتہ فلم یدع لمحبتہ غیرہ موضع شعرۃ ثم انا امرنا بمحبت نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحبناہ لمحبتہ اللہ وانما محبتہ شعبہ منمحبتہ اللہ عزوجل ثم امرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بمحبتہ اھل بیتہ فاحبنا ھم لمحبتہ وانما محبتھم شعبہ من محبتہ.

شیخ جواد ساباط بن ابراہیم ساباط حنفی براہین ساباطیہ میں حدیث مذکور کوقول رسالت مآ مانا ہے۔ کتاب مذکور میں مقالہ سوم کے تبصرہ کے برہان ہفتم میں رویائے یوحنا کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وترجمتہ بالعربیہ والابواب الاثناء عشر...................مصداق قولہ صلی

اللہ علیہ وسلم انامدینتہ العلم و علی بابھا

☜ عمر بن احمد خر پوتی نے حدیث مذکور کو اس طرح حتمی مانا ہے کہ کتاب عصیدة الشہدہ شرح قصیدہ البردہ کے شعر

فاق النبیین فی خلق وفی خلق ولم یدانوہ فی علم والاکرم

کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ثمہ اعلم ان بان علمہ ثابت بقولہ تعالیٰ.......... انامدینہ العلم وعلی بابھا۔

اسی کتاب کے آخر میں جو تقریظات شامل ہیں ان کے مطالعہ سے موصوف کی جلالت قدر معلوم ہو سکتی ہے۔

☜ قاضی محمد بن علی شوکانی صنعائی کتاب الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ میں لکھتے ہیں۔

حدیث انامدینة العلم و علی بابھا.......... وفی اسناده الخطیب.

اس کے بعد موصوف نے اس حدیث کی اسناد مختلفہ پر جو ایرادات ہیں ان کو بیان کر کے ان کے جوابات کا ذکر کیا ہے۔ اور آخر میں اپنا یہ فیصلہ دیا ہے کہ حدیث مذکور کثرت طرق کی وجہ سے حسن ہے۔

شوکانی کے لئے تاج مکلل، ابجد العلوم، اتحاف النبلاء، صدیق حسن دیکھئے۔

☜ رشید الدین خان دہلوی شاگرد صاحب تحفہ اثناء عشریہ نے ایضاح الطافتہ المقال میں جناب امیرؑ کے لقب باب مدینتہ العلم کو ذکر کیا ہے۔

رشید الدین کی جلالت قدر معلوم کرنے کے لئے خود صاحب تحفہ کے الفاظ ہی کافی ہیں جن کا تذکرہ فاضل رشید نے عزة الراشدین میں کیا ہے۔ مولوی حیدر علی کی ازالة العتیین بھی کافی ہے۔

☜ جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالعلی قرشی معروف بہ مرزا حسن علی محدث شاگرد صاحب تحفہ اثناء عشریہ نے حدیث مذکور کو مناقب جناب امیرؑ میں شمار کیا ہے اور اس کو حدیث حسن قرار دیا ہے۔ حسن علی محدث کے لئے اشباع الکلام سلامت اللہ بدایونی دیکھئے۔

☜ ولی اللہ بن حبیب اللہ سہالوی لکھنوی مراة المومنین میں مناقب جناب امیرؑ کے ذیل

میں لکھتے ہیں۔

واز آنجملہ آنست کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در حق علی رضی اللہ عنہ فرمود انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ............ الترمذی لفظ الدار مکان المدینۃ۔ وآنچہ در بعض روایات دریں حدیث در حق اصحاب الحاق کردہ اند موضع ومفتری است علی مانی الصواعق۔

شہاب الدین محمود بن عبداللہ بغدادی معروف بہ آلوسی زادہ نے بھی حدیث مذکور کو قطعی طور سے ثابت جانا ہے۔ تفصیل روح المعانی میں بحث روایت لوح محفوظ میں رقمطراز ہیں۔

ثم ان الامکان مما لا نزاع فیہ ............ وباب مدینۃ العلم والمحفظ تحت الباء رضی اللہ عنہم

آلوسی زادہ کے لئے صدیق حسن خاں کی تاج مکلل دیکھئے۔

سلیمان بن ابراہیم معروف بہ خواجہ کلاں حسینی بلخی قندوزی نے ینابیع المودہ میں مختلف طرق واسانید سے حدیث شریف کے روایت کا شرف حاصل کیا ہے۔

عبدالغنی آفندی عمی نے حضرت کو لقب باب مدینۃ العلم سے ملقب کر کے حدیث شریف کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ سلیم آفندی مدیر جواب قرۃ الاعیان میں لکھتے ہیں۔

باب مدینہ العلم سیدنا علی ابن عم سید المرسلین ............ السیف والقلم

اسناد حدیث مدینۃ العلم کا بیان بہت طوالانی ہو گیا اس لئے اب ہم اتنے پر اکتفا کرتے ہیں ہمارے خیال میں نہ کسی انصاف پسند صاحب تحقیق کے لئے حدیث کو قابل اعتبار نہ ٹھہرانے کی کوئی گنجائش باقی رہ گئی اگر اتنی شہرت اور تواتر کے بعد بھی حدیث کو ماننے میں تامل کیا جا سکتا ہے تو پھر ہماری نظر میں جملہ احادیث قطعاً ناقابل اعتبار ہو جائیں گی۔ اور پھر کسی حدیث کو مقبول و معتبر قرار دینا مشکل ہے۔

جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بکثرت ایسی احادیث کی روایت کی جاتی ہے جن کے مضامین سے حدیث مدینۃ العلم کے مضمون کی تائید وحمایت ہوتی ہے۔ ذیل میں اسی قسم کی چند احادیث کو مثالاً لکھنے کے بعد ہم اس سلسلہ کو ختم کریں گے۔

(۱) حدیث ............ "انا دار الحکمۃ و علی بابہا" میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

(۲) حدیث — "انا دار العلم وعلی بابها" میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔

(۳) حدیث — "انا میزان العلم وعلی کفتاہ" میں علم کا ترازو ہوں اور علی اس کے دونوں پلڑوں کی جگہ ہیں۔

(۴) حدیث — "انا مدینۃ الفقہ وعلی بابها" میں فقہ کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں۔

(۵) حدیث — "علی ابن ابی طالب باب الدین" علی ابن ابی طالب دین کا دروازہ ہیں۔

بحمد اللہ سلسلہ اسناد حدیث مدینۃ العلم تمام ہوا۔ ناظرین اندازہ کریں کہ حدیث کتنی جلیل القدر اور مشہور و متواتر ہے۔ والحمد للہ اولاً و آخراً

## باب مدینتہ العلم فرماتے ہیں

☆ ...... تسلیم و رضا بہترین مصاحب اور علم شریف ترین میراث ہے۔

☆ ...... وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے۔ اور وہ علم بہت بلند مرتبہ ہے جو اعضاو جوارح سے نمودار ہو۔

☆ ...... علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے۔ اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔

☆ ...... علم حاکم ہے اور مال محکوم. مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں محفوظ رہتی ہیں۔

☆ ...... پورا عالم اور دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے نا امید نہ کرے اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کردے۔